مقصد بعثتِ اَنبیاء علیہم السلام

کی

جامعیت و ہمہ گیریت

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تدوین

طاہر حمید تنولی

www.MinhajBooks.com

منہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	مقصد بعثت انبیاء کی جامعیت و ہمہ گیریت
تصنیف	:	ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب وتدوین	:	طاہر حمید تنولی
کمپوزنگ	:	حامد سمیع
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز
اِشاعت اول	:	دسمبر 1999ء
تعداد	:	(1,100)
قیمت اِمپورٹڈ پیپر	:	-/100 روپے

❁❁❁

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو / ویڈیو کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لئے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلیکیشنز)

sales@minhaj.biz

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَـولَایَ صَـلِّ وَ سَـلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُـحَـمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَ الثَّقَلَیْنِ

وَالْـفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمِ

﴿صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔۱) ۴-۱-۴ / ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چِٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل و ایم ۴/ ۹۷۰-۳۳-۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چِٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔۱ / اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چِٹھی نمبر س ت / اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ	۱۱
۲	ابتدائیہ	۱۳
۳	مقصد بعثت انبیاءؑ کے باب میں فکری تغیر	۱۷
۴	انبیائے کرامؑ کے دو طبقات	۱۹
	طبقہ اولیٰ کے انبیائے کرامؑ	۲۰
	طبقہ ثانی کے انبیائے کرامؑ	۲۱
۵	**حضرت آدم علیہ السلام**	۲۲
۶	**حضرت نوح علیہ السلام**	۲۴
	باطل نظام زندگی پر نوحؑ کی تنقید اور اس کی مذمت	۲۵
	قوم کے سامنے نوحؑ کی دعوت اور آپ کا پیش کردہ سماجی و معاشرتی نظام	۲۸
	دعوت نوحؑ کا مذہبی پہلو	۲۸
	دعوت نوحؑ کا دنیاوی پہلو	۲۹
	قوم نوحؑ کا ردعمل	۳۰
	قوم نوحؑ کا انجام	۳۶
	قوم نوحؑ کا نجات یافتہ طبقہ	۴۱
۷	**حضرت هود علیہ السلام**	۴۳

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۴۳	حضرت ھودؑ کی اپنی قوم کے معاشرتی وقومی نظام زندگی پر تنقید	
۴۵	حضرت ھودؑ کا مذہبی اور سماجی نظام کا اعلان	
۴۵	دعوت ھودؑ کا مذہبی پہلو	
۴۵	دعوت ھودؑ کا دنیوی پہلو	
۴۷	قوم ھودؑ کا ردعمل	
۴۸	قوم ھودؑ کا انجام	
۵۰	**حضرت صالح علیہ السلام**	۸
۵۰	حضرت صالحؑ کی اپنی قوم کے باطل نظام پر تنقید	
۵۲	حضرت صالحؑ کی طرف سے قوم کے سامنے پیش کردہ نظام زندگی	
۵۴	قوم کا ردعمل	
۵۶	قوم صالحؑ کا انجام	
۵۹	**حضرت ابراہیم علیہ السلام**	۹
۵۹	مذہبی پہلو	
۶۲	دنیوی پہلو	
۶۷	**حضرت لوطؑ علیہ السلام**	۱۰
۶۷	حضرت لوطؑ کی دعوت کا مذہبی پہلو	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	حضرت لوطؑ کی دعوت کا سماجی اور دنیوی پہلو	۶۸
	قوم کا ردعمل	۷۱
	تمنائے لوطؑ: ایک صالح نظام اور مثالی معاشرے کا قیام	۷۲
	قوم لوطؑ کا انجام	۷۳
	تمنائے لوطؑ کی قبولیت	۷۵
۱۱	**حضرت یوسف علیہ السلام**	۷۵
	حضرت یوسفؑ کا مذہبی پہلو	۷۶
	حضرت یوسفؑ کا دنیوی پہلو	۷۸
۱۲	**حضرت شعیب علیہ السلام**	۷۹
	دعوت شعیبؑ کا مذہبی پہلو	۷۹
	دعوت شعیبؑ کا دنیوی پہلو	۸۰
	قوم شعیبؑ کا ردعمل	۸۳
	قوم شعیبؑ کا انجام	۸۸
۱۳	**حضرت موسیٰ علیہ السلام**	۹۰
	حضرت موسیٰؑ کی بعثت و دعوت	۹۰
	فرعون اور اس کی قوم کا ردعمل	۹۳
	فرعون سے معرکہ آرائی	۹۴
	فرعون اور اس کی قوم کا انجام	۹۶

www.MinhajBooks.com

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۹۸	**حضرت یونس علیہ السلام**	۱۴
۱۰۳	**حضرت داؤد علیہ السلام**	۱۵
۱۰۳	مذہبی پہلو	
۱۰۴	دنیوی پہلو	
۱۰۷	**حضرت سلیمان علیہ السلام**	۱۶
۱۰۸	مذہبی پہلو	
۱۰۹	دنیوی پہلو	
۱۱۳	**حضرت عیسیٰ علیہ السلام**	۱۷
۱۱۳	مذہبی پہلو	
۱۱۶	دنیوی پہلو	
۱۱۷	**حضور نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم**	۱۲
۱۱۸	مقصد بعثت نبوی کا مذہبی پہلو	
۱۲۱	مقصد بعثت نبوی کا دنیاوی پہلو	
۱۲۱	سیاسی پہلو	
۱۲۲	معاشی پہلو	
۱۲۳	معاشرتی پہلو	
۱۲۷	مقصد بعثت محمدی ﷺ اور دنیاوی زندگی کی اصلاح	
۱۳۳	مقصد بعثت محمدی ﷺ کی جامعیت ٗمدنی دور کی روشنی میں	

www.MinhajBooks.com

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۱۳۴	حرف آخر	
۱۳۶	**ابدی فلاح کا قانون مقصد بعثت انبیاء کی روشنی میں**	۱۹
۱۴۰	کیا گزشتہ اقوام کی ہلاکت ایک تاریخی حادثہ تھی؟	
۱۴۴	گزشتہ اقوام کی ہلاکت کے اسباب	
۱۴۹	کامیاب لوگ کون ہیں	
۱۵۳	کامیابی کی ضمانت کیا ہے؟	
۱۵۷	**اشاریہ**	۲۰

www.MinhajBooks.com

پیش لفظ

زندگی ایک نامیاتی کل ہے۔ ایک صالح اور راست فکر اسے اجزا میں تقسیم کر کے نہیں دیکھ سکتا۔ دین و دنیا کی تفریق پیدا کر کے زندگی کے تقاضوں کی تفہیم دراصل زندگی کے عملی دھاروں میں باطل اور طاغوتی افکار و نظریات کو راہ دینے کے مترادف ہے۔ جب سے ملت اسلامیہ فکری افلاس کا شکار ہوئی اس کی انفرادی و قومی زندگی کئی خانوں میں بٹ گئی۔ دین و دنیا کو ایک دوسرے سے الگ اور آزاد سمجھا جانے لگا۔ حالانکہ دنیا و آخرت کی فلاح ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ اس جزوی انداز فکر کو مزید تقویت روایتی مذہبی ذہن نے دی جب وہ زندگی کے عملی دھاروں سے کٹ کر صرف نام نہاد مذہبی معمولات سے متعلق ہو کر رہ گیا۔ اپنے اس ادھورے عمل کے لئے ثقاہت کی سند اسوہ انبیاءؑ سے تلاش کرنے لگا۔ اس طرح زندگی کے مذہبی پہلو پر تو انبیاء اکرامؑ کی ''وارثوں'' اور دنیاوی پہلو پر ''بولہبوں'' کی اجارہ داریاں قائم ہوگئیں جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔

مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنے ہمہ گیر فکر اور انقلابی انداز نظر سے براہ راست قرآن حکیم سے اس فکری کجی کا تدارک تلاش کیا۔ اور مقصد بعثت انبیاء کی جامعیت و ہمہ گیریت کو قرآن حکیم سے اخذ کر کے اس امر کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا کہ تمام انبیاء کرامؑ اپنے اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق دعوتی و تبلیغی، جہادی و عسکری اور سماجی و سیاسی شعبہ ہائے زندگی میں حیات انسانی کو کلی طور پر ''فاما یاتینکم منی ھدی'' کے الوہی دعوے کے تحت آنے والی ہدایت کا پابند بنا کر ''فمن تبع

هدی فلا خوف علیهم و لا هم یحزنون'' کا مصداق بنانے کے لئے مصروف عمل رہے۔

قائد انقلاب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زیر نظر تصنیف ''مقصد بعثت انبیاء کی جامعیت وہمہ گیریت'' زندگی کی دین و دنیا میں تقسیم کے حوالے سے فکری خلیج کو پاٹنے اور انداز نظر کو وحدت دینے میں اہم کردار ادا کرے گی تاکہ ملت اسلامیہ ''فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة'' کی فکری و عملی لوازمت واہمیت کا ادراک کر کے اپنی انفرادی وقومی زندگی میں اپنے لئے حقیقی قرآنی منہاج کا تعین کر سکے۔

طاہر حمید تنولی

سینئر ریسرچ سکالر

ڈاکٹر فریدالدین اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

دسمبر ۱۹۹۹ء

www.MinhajBooks.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسانیت کوراہ ہدایت عطا کرنے کے لئے رب ذوالجلال نے سلسلہ انبیاء قائم فرمایا۔ انبیائے کرام وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے تاریخ کے ہر نازک موڑ پر گرتی ہوئی انسانیت کو سنبھالا دیا اور اسے پھر سے سوئے منزل رواں دواں کردیا۔ اس طرح انسانیت کے ارتقاء کا یہ سفر جاری رہا۔ یہ ہماری ملی تاریخ کا المیہ ہے کہ آج تاریخ انبیاء کو صرف مذہبی تاریخ ہی سمجھا جاتا ہے حالانکہ وسیع تر معنوں میں یہ فلاح و بہبود انسانی (Human Amelioration) کی درخشاں تاریخ ہے۔ کیونکہ انبیائے کرام انسانی زندگی کے ہر گوشے کو انقلاب آشنا کرنے کے لئے آتے رہے۔ انہوں نے مذہبی اصلاح کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ انسانیت کو ایک نظام فکر وعمل بھی دیا مگر ان معنوں میں نہیں جو آج ہمارے ہاں مروج ہو چکے ہیں بلکہ انبیاء کا دیا ہوا نظام فکر وعمل توحید و رسالت کی بنیادوں سے اٹھنے والا ایسا نظام حیات عطا کرتا ہے جو عدل اجتماعی (Social Justice) پر مشتمل اور سماجی امتیاز (Social Discrimination) سے پاک ہے۔ یہ بنی نوع انسان کی ابدی فلاح کا ضامن بھی ہے۔ انبیائے کرام کے اس جامع اور کامل منصب کو قرآن حکیم نے یوں بیان کیا ہے:۔

وَ جَعَلْنٰهُمْ آئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَo

(۲۱:۷۳)

اور (یہی نہیں بلکہ) ہم نے ان کو (اپنی اپنی امتوں کا) پیشوا بنایا۔ جو ان کو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور ہم نے ان کی طرف بھی (یہی) وحی بھیجی تھی کہ نیک کام کرنا اور نماز قائم رکھنا اور زکوۃ دیتے رہنا اور وہ (ان احکام پر کاربند رہے اور) ہماری بندگی میں (دل وجان سے) لگے رہے۔

اس آیۂ کریمہ میں انبیائے کرامؑ کو بنی نوع انسان کی امامت و قیادت کے منصب پر فائز کرنے کا مقصود یہ بتایا جا رہا ہے کہ:

۱۔ وہ امر الٰہی کو اس طرح قائم کریں کہ وہ لوگوں کے لئے راہ یابی کا باعث بن جائے۔

۲۔ وہ لوگوں کو فعل الخیرات کی تعلیم دیں۔ فعل الخیرات قرآن حکیم کی ایک جامع اصطلاح ہے جسے قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے:۔

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَ اُوْلٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ o

(۳:۱۱۴)

(یہ لوگ) اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور بھلی بات کرنے کو کہتے ہیں اور برے کام سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں اور یہی صالحین میں سے ہیں۔

گویا قرآن حکیم کے دیئے ہوئے ''تصور خیرات'' سے مراد زندگی کی وہ عملی

روش ہے جو منکر سے پاک اور معروف سے مملو ہو۔ جس میں تعمیر غالب ہو اور تخریب کا شائبہ تک نہ ہو اور جو دوسرے افرادِ قوم کی فلاح اور نشو و نما کی راہ کھولتی ہو۔

۳۔ نظام صلوٰۃ قائم کریں تاکہ معاشرہ فحشاء و منکر (Moral & Social Evils) کے اثرات سے پاک ہو کر پاکیزہ اور مثالی معاشرہ بن جائے۔

۴۔ نظام زکوٰۃ قائم کریں تاکہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم سے پاک ہو کر معاشرہ ایسی روش پر چلے کہ ہر فرد مساویانہ بنیادوں پر ذرائع معیشت سے متمتع ہو سکے۔

۵۔ نظام عبادات کے ذریعے معاشرے کو تزکیہ و تصفیہ اور پاکیزگی کا مرقع بنایا جائے تاکہ دنیا پرستی کی بجائے خالق پرستی افراد معاشرہ کا شعار ہو۔

ان فرائض خمسہ پر غور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انبیائے کرام کی بعثت کا مقصد نہ صرف اعتقادات و عبادات کا ایک مثالی مذہبی نظام فکر و عمل دینا تھا بلکہ معاشرے کو ایک ایسا الوھی نظام زندگی (Divine Social Orer) عطا کرنا تھا جو قومی زندگی کے جملہ شعبہ جات کو اس طرح انقلاب آشنا کرے کہ:

سیاست: نظام خیرات کے تابع ہو جائے۔

معاشرت: نظام صلوٰۃ کے تابع ہو جائے اور

معیشت: نظام زکوٰۃ کے تحت الوہی ضابطوں کی پابند ہو جائے۔

مشیت ایزدی کا مقصود صرف انبیاءؑ کے ذریعے انسانیت کو یہ سیاسی و سماجی نظام (Political & Social Order) ہی عطا کرنا نہ تھا بلکہ اسے انسانیت کی ابدی فلاح کے لئے تا قیامت کرہ ارض پر جاری و ساری کرنا بھی ہے:۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ۝

(۲۱:۱۰۵۔۱۰۶)

اور (جملہ) نصیحتوں کے بعد ہم نے (داؤد کی کتاب) زبور میں (صاف) لکھ دیا تھا کہ بے شک میرے نیک بندے ہی زمین کے وارث ہونگے۔ بے شک اس میں اطاعت شعاروں کے لئے (کامل) پیغام ہے۔

گویا رب ذوالجلال کا یہ قانون اور سنت ہے کہ اگر بنی نوع انسان عبادی الصلحون کے جملہ تقاضے پورے کرے اور ذکر (جو قانون الٰہی سے عبارت ہے) کو کلی طور اپنا شعار زندگی بنائے تو تمکن علی الارض کے وارث وہی ہوں گے اور انبیاء کرام کے عطا کردہ ضابطہ زندگی کو قائم و جاری کریں گے۔ اس مفہوم کو دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝

(۲۲:۴۱)

(اہل حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک پر تسلط عطا کریں تو یہ لوگ نماز قائم کریں، زکوۃ دیں اور (دوسروں کو بھی جملہ) نیک کاموں کا حکم دیں وہ بری باتوں سے روکیں اور تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:۔

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ
وَعَمِلُوْاالصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ
دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْ فِهِمْ
اَمْنًايَعْبُدُوْنَنِي لَا يُشْرِكُوْنَ بِي
شَيْاءً وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ
فَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ٥وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ٥

(۵۶_۵۵:۲۴)

اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو تم میں
سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے
رہے کہ وہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا
جیسا کہ ان سے قبل کے لوگوں کو حاکم
بنا چکا ہے۔ اور ان کا دین
جس کو اس نے اپنے لئے پسند فرمایا
ہے مستحکم کردے گا اور ان کے اس
خوف کے بعد (جس سے وہ قومی و
معاشرتی زندگی میں دوچار ہیں) ان کو
امن بخشے گا وہ میری عبادت کریں گے
اور (اپنے مقصد حیات یعنی اپنے فکر و
عمل میں) میرے ساتھ کسی کو شریک
نہ بنائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی
(میری اور میرے رسول کی اطاعت
سے) انکار کرتے ہیں وہی لوگ
بدکردار ہیں۔ (ان کے لئے نہ دین
ہے نہ ایمان)۔ اور اے اہل ایمان!
نمازوں کو قائم رکھو اور زکوۃ دیتے رہو
اور رسول کی فرمانبرداری
کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے

مقصد بعثت انبیاءؑ کے باب میں فکری تغیر

تاریخ کے روز اول سے جاری رجحان کے تحت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انبیاء کرامؑ کی عطا کردہ فکر اور ان کے مقاصد بعثت نظروں سے اوجھل ہوتے گئے۔ ہر دور میں جب گمراہی و ضلالت کا معاشرے پر غلبہ ہوا تو زندگی کے عملی احوال سے انبیاء کرامؑ کے عطا کردہ نظام فکر و عمل کا رابطہ کٹ کر چند اعتقادات و عبادات تک محدود ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ وہ اعتقادات و عبادات بھی اپنی روح سے محروم ہو کر مجرد ظاہری رسوم میں بدل گئیں۔ جس سے نئی بعثت کی ضرورت پیدا ہوتی رہی۔ دین کے جزوی تصور نے عملی زندگی کو دین کے ضوابط و قوانین سے لاتعلق کر دیا۔ یہی المیہ آج اسلامی دنیا کو درپیش ہے۔ پچھلی دو صدیوں سے عالم کفر کے مقابلے میں مسلمانوں کی سیاسی، معاشی، معاشرتی اور علمی پستی نے جب انہیں ذہنی اور فکری طور پر مضمحل کر دیا تو ان کی سوچ ہر لحاظ سے ناامیدی کا شکار ہو گئی۔ جس نے قومی و ملی زندگی کو مذہب و سیاست کے خانوں میں تقسیم کر دیا۔ مذہبی امور علماء کا اور سیاست سیاستدانوں کا کام متصور ہونے لگا اور یہ حقیقت کہ سیاست کار پیغمبراں ہے ایک افسانہ بن گیا۔ مذہب و سیاست کی اس تفریق نے امت مسلمہ کو قومی زندگی کے میدان میں کئی مفاسد کا شکار کر دیا:۔

(1) دین کے جامع و مکمل نظام حیات کے بارے میں عملاً فکری التباس پیدا ہوا۔ یہ انداز فکر پیدا ہو گیا کہ اسلام چودہ سو سال پہلے کا دین ہے اس کے تہذیبی، سماجی، معاشرتی اور سیاسی ضوابط آج کے بدلے حالات میں کارگر نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ آخرت کی نجات کا ذریعہ اسلام ہی ہے مگر آج کے حالات میں عملاً نظام کے طور پر قابل عمل نہیں۔

(2) سیاست سے مراد کار جہاں بانی ہے۔ ملکی نظام چلانا نیکوکار لوگوں کے بس کی

بات نہیں کیونکہ اس کے لئے سیاسی حربے (Political Tactics) چاہئیں۔ جو مذہبی اور دینی قیادتوں کے بس کا روگ نہیں۔ دینی قیادت کا کام تو آخرت کی فلاح کے لئے کمربستہ رہنا اور لوگوں کی اخلاقی اصلاح کا سامان کرنا ہے۔ یہی کام انبیاء کرامؑ کرتے رہے۔ اور اسی سلسلے کو قائم رکھتے ہوئے دینی حلقوں کو سیاسی جھمیلوں سے دور رہنا چاہیئے اور مذہبی و اخلاقی اصلاح کا کام جاری رکھنا چاہیئے۔

(3) دینی فکر اور قرآنی تعلیمات کا آج کے ترقی یافتہ دور میں سماجی، ثقافتی اور سیاسی و معاشی میدانوں کے ساتھ کوئی رابطہ و تعلق نہیں ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں زندگی کے تقاضے بدل گئے ہیں۔ اور زندگی اتنا آگے نکل چکی ہے کہ مذہبی و دینی فکر کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس کے تقاضے پورے کرسکے۔ اور اس کے لاینحل اور پیچاپیچ مسائل کا حل دے سکے۔

یہ تمام مغالطے اور التباسات ناقص اور جزوی انداز نظر اور قرآنی تعلیمات کے سطحی مطالعے کا نتیجہ ہیں۔ اگر انبیاء کرامؑ کے مقصود بعثت و دعوت اور ان کی عملی جدوجہد کا قرآن حکیم کی روشنی میں گہرا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت الم نشرح ہوتی ہے کہ تاریخ انبیاءؑ میں کبھی بھی کسی نبیؑ نے دین و دنیا کی تفریق کا تصور سرے سے پیش ہی نہیں کیا۔ بلکہ انبیائے کرامؑ زندگی کی اصلاح بطور ایک وحدت نامی (Organic Whole) کے کرتے رہے۔ اور دین و دنیا کی اصلاح کو لازم و ملزوم ٹھہراتے رہے۔ معاشرتی و قومی زندگی کے جملہ پہلوؤں بشمول سیاست، معاشرت اور معیشت کی اصلاح دعوت انبیاءؑ کا مقصود رہا اسی لئے اس دور کے جابر، مستبد اور مقتدر طبقوں (Political Elites) کی طرف سے انہیں مخالفتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

انبیائے کرامؑ کے دو طبقات

قرآن مجید نے حضور اکرم ﷺ کے علاوہ جن انبیاء کرامؑ کا تذکرہ مختلف مقامات پر کیا ہے۔ اگر ان کے مقاصد بعثت کے حوالے سے جائزہ لیں تو قرآن مجید میں مذکورہ انبیائے کرامؑ کے دو طبقات سامنے آتے ہیں:۔

ا۔ وہ انبیاء کرامؑ جنہوں نے اپنے دور کے رائج الوقت باطل نظام کو بدلنے کے لئے باقاعدہ جدوجہد کی اور اپنی قوم کو باقاعدہ ایک نظام زندگی عطا کیا۔ قرآن حکیم ان کی عملی جدوجہد کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتا ہے۔

۲۔ وہ انبیائے کرامؑ جن کی جدوجہد کی تفصیل کا تذکرہ تو قرآن مجید میں نہیں ملتا مگر ان کا تذکرہ طبقہ اولی کے انبیائے کرامؑ کے مقاصد کے حوالے سے Supporting Role کے طور پر آتا ہے۔

طبقہ اولی کے انبیاء کرامؑ

اس طبقے میں مذکور انبیائے کرامؑ کو ان کی جدوجہد کے حوالے سے پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:۔

(i)۔ وہ انبیائے کرامؑ جنہوں نے اپنی اقوام کے سامنے حق و عدل پر مبنی نظام زندگی (Political & Social Order) رکھا۔ نتیجتاً انہیں معاشرتی و سیاسی مخالفتوں (Political & Social Resistance) کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی دعوت پر لبیک نہ کہنے سے ظالم و فاسق گروہ نذر ہلاکت ہوگئے اور فلاح و نجات ان کے متبعین کو ہی حاصل ہوئی۔ اس نوعیت کا تذکرہ انبیاء کرامؑ کیا گیا:۔

حضرت آدمؑ ۔ حضرت نوحؑ ۔ حضرت ھودؑ ۔ حضرت لوطؑ ۔ حضرت صالحؑ ۔

حضرت شعیبؑ۔ حضرت عیسیٰؑ

(ii) وہ انبیائے کرامؑ جنہوں نے باطل و طاغوتی نظام سے باقاعدہ ٹکر لی اور باطل سے دو بدو معرکہ آرائی کی۔

حضرت موسیٰؑ۔ حضرت ہارون

(iii) وہ انبیائے کرامؑ جنہوں نے براہ راست کاروبار سلطنت (Govt. Business) سنبھالا۔ اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ قائم فرمایا:

حضرت یوسفؑ۔ حضرت داؤدؑ۔ حضرت سلیمانؑ۔

(iv) وہ نبی محترمؑ جنہیں گمراہ قوم کو راہ ہدایت کی طرف راغب کرنے سے الگ ہونے پر بارگاہ رب العزت سے کار اصلاح کی طرف دوبارہ لوٹنے کا حکم فرمایا گیا۔

حضرت یونسؑ

(v) وہ انبیائے کرامؑ جن کی زندگی انفرادی و قومی سطح پر ایک مکمل نمونہ (اسوہ حسنہ) قرار دی گئی۔

حضرت ابراہیمؑ۔ حضور اکرم ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ مذکورہ بالا تمام انبیاء کرامؑ کی جدوجہد کے جملہ پہلوؤں کی جامع تھی اور ہر لحاظ سے آنے والی انسانیت کیلئے نمونہ کامل قرار دی گئی۔

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

طبقہ ثانی کے انبیائے کرامؑ:

وہ انبیائے کرامؑ جن کی نبوی جدوجہد کی گو تفصیل تو مذکور نہیں مگر ان کا تذکرہ مذکورہ طبقہ اولی کے انبیائے کرامؑ کے ساتھ اور ان کے مقاصد کے ساتھ کیا گیا۔

ادریسؑ ۔اسماعیلؑ ۔اسحاقؑ ۔یعقوبؑ ۔الیاسؑ ۔الیسعؑ ۔ایوبؑ ۔ذوالکفلؑ ۔ عزیزؑ ۔زکریاؑ ۔یحییٰؑ ۔

اب ان انبیائے کرامؑ کی جدوجہد کے حوالے سے قرآن حکیم کی روشنی میں مفصل تجزیہ کیا جاتا ہے کہ ہر نبیؑ نے اپنے اپنے دور میں اس دور کے حالات کے مطابق زندگی کے بگاڑ دور کرنے کے لئے واضح نظام زندگی پیش کیا۔ جب معاشرے کے گمراہ اور فاسق و فاجر عناصر نے اس سے منہ موڑا اور اسے رد کیا تو ان کا انجام ہلاکت و خسران ہوا۔

حضرت آدم علیہ السلام:

حضرت آدمؑ ابوالبشر اور جد انبیاءؑ ہیں ھبوط آدمؑ کے ساتھ ہی کرہ ارض پر نسل انسانی کا آغاز ہوا۔ حضرت آدمؑ کو مسجود ملائک بنا کر رب ذوالجلال نے نسل آدمؑ کی شرف و منزلت کو روز اول سے ہی واضح کردیا۔ آدمؑ کو علم الاسماء سے بھی بہرہ ور کیا گیا۔ جو جہاں ایک طرف معرفت ربانی کا باعث ہے تو دوسری طرف تسخیر کائنات کا ذریعہ بھی۔ حضرت آدمؑ چونکہ بنی نوع انسانی کا نقطہ آغاز تھے لہذا کرہ ارض پر ان کی آمد کے ساتھ ہی دو امور کا فیصلہ کردیا گیا:۔

ا۔ آنے والی نسل انسانی کا باہمی ربط و تعلق اور ان کی زندگی کا نمونہ (Paradigm) کیا ہوگا؟

۲۔ زندگی کو کامیاب و کامران اور فلاح وفوز پر مبنی کرنے کے لئے لائحہ عمل کیا ہوگا؟ ان دونوں امور کا تعین ایک لحاظ سے مستقبل کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظام کی تشکیل کی اساس کو بیان کرنا تھا۔ اور اس نظام کو عدل و انصاف پر قائم رکھنے اور ممکنہ فساد و بگاڑ سے محفوظ کرنے کے لئے ایک واضح لائحہ عمل

بھی دینا تھا۔

بنی نوع انسانی کی حیات ارضی کے Pattern کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:۔

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍO (۳۶:۲)	اور ہم نے حکم دیا کہ تم نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے اب تمہارے لئے زمین میں ہی معینہ مدت تک جائے قرار اور نفع اٹھانا مقدر کردیا گیا ہے۔

اس آیۂ مبارکہ میں اس بنیادی حقیقت کو بیان کیا گیا کہ بنی نوع انسان حیات ارضی میں باہمی عداوت کا شکار ہوں گے۔ اور اس عداوت باہمی کا باعث وہ مفادات ہوں گے جو متاع اور مستقر سے جنم لیں گے۔ مستقر و متاع سے مراد سیاسی و معاشی استحکام (Political & Economic Stability) ہے۔ یعنی جبلی طور پر افراد نوع انسانی مستقر و متاع کے حوالے سے باہمی تفوق کے لئے کارآزما رہیں گے۔ جو معاشرتی کشمکش (Social Conflicts) کا باعث بنے گا۔

اس عداوت باہمی کے ماحول کی' جو لازماً انفرادی اور قومی زندگی کے ماحول کو عدل وتوازن سے محروم کردے گا' کی اصلاح کے لئے ارشاد فرمایا:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

(۲:۳۸)

ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا نہ ان پر کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یعنی یہ سنت الٰہی قرار پایا کہ ارتقائے تہذیب انسانی کے ساتھ ساتھ آمد انبیاؑ کا سلسلہ قائم رہے گا جو ہدایت ربانی لوگوں تک پہنچائیں گے۔ اور اس ہدایت کی اتباع افراد معاشرہ کو خوف اور حزن سے آزاد کردے گی۔ اس آیۂ مبارکہ میں درج ذیل نکات قابل غور ہیں:۔

ا۔ جنت سے آدمؑ وحواؑ کو زمین پر اتارتے وقت اھبطا ہی نہیں فرمایا گیا جس طرح اس سے قبل دونوں کو خطاب کرتے ہوئے ولاتقربا (۲:۳۵) فرمایا گیا تھا۔ بلکہ اھبطوا جمیعا کہہ کر صرف آدمؑ وحواؑ کو ہی نہیں بلکہ نسل انسانی کو خطاب کیا گیا۔

ب۔ ہدایت اور خوف وحزن سے نجات کو لازم وملزوم قرار دے کر اس امر کی ضمانت دے دی گئی کہ انبیائے کرامؑ ایسا واضح سماجی ومعاشرتی نظام فکر وعمل لے کر آتے رہیں گے جو اپنے اندر زندگی کے گوناگوں مسائل، جو مستقر و متاع کے لئے آویزش باہمی سے جنم لیں گے، کا حل موجود ہوگا دوسرے الفاظ میں ایک کامیاب اور فلاحی زندگی صرف ہدایت ربانی سے ہی ممکن ہوگی۔

اس حوالے سے آدمؑ جہاں کرہ ارض پر نوع انسانی کا نقطہ آغاز اور پہلے نبی ہیں وہاں نسل انسانی کے لئے پہلے سماجی و معاشی نظام کے بانی (Founder of Social Order) بھی ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام:

حضرت نوع کی 950 سالہ نبوی جدوجہد (Prophetic Struggle) درج مراحل پر مشتمل ہے:۔

ا۔ اس دور کے باطل نظام زندگی پر تنقید اور اس کی مذمت

ب۔ قوم کے سامنے آپ کا دعوت اور سماجی و معاشرتی نظام پیش کرنا

ج۔ قوم کا ردعمل

د۔ باغیانہ طرزعمل پر قوم کا انجام

ہ۔ پیروکاروان نوحؑ کی کامیابی۔

ا۔ باطل نظام زندگی پر نوحؑ تنقید اور اس کی مذمت

ارشاد ربانی ہے:۔

www.MinhajBooks.com

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ
يٰقَوْمِ اعْبُدُ وا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَيْرُهٗ اِنِّىْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ
يَوْمٍ عَظِيْمٍoقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖ
اِنَّا لَنَرٰىكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ
oقَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِىْ ضَلٰلَةٌ
وَّلٰكِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ
الْعٰلَمِيْنَ oاُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّىْ
وَاَ نْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ
مَالَا تَعْلَمُوْنَ oاَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَ
كُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ

مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُوْنَo

(۷:۵۹۔۶۳)

بے شک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سوانہوں نے کہا اے میری قوم (کے لوگو) تم اللہ کی عبادت کیا کرواس کے سواتمہارا کوئی معبود نہیں یقیناً مجھے تمہارے اوپر ایک بڑے دن کا خوف ہے ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے کہا (اے نوحؑ) بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا اے میری قوم مجھ میں کوئی گمراہی نہیں۔ لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی

طرف سے رسول (مبعوث ہوا) ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور تمہیں نصیحت کر رہا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ کچھ

جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد

www.MinhajBooks.com

(کی زبان) پر نصیحت آئی تاکہ وہ
تمہیں (عذاب الٰہی سے) ڈرائے
اور تم پرہیز گار بن جاؤ اور یہ اس لئے
ہے کہ تم پر رحم کیا جائے۔

ان آیات مبارکہ سے ظاہر ہے کہ نوحؑ نے اپنے معاشرے میں موجود شرک و ضلالت اور قانون الٰہی سے انحراف کی زندگی سے قوم کو دور رہنے اور تقویٰ کی زندگی گزارنے کی تلقین کی اور ساتھ ہی اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ اللہ کی رحمت قوانین الٰہی (ذکر) کی پابندی سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔نوحؑ کی اس دعوت کو دوسری جگہ یوں بیان کیا گیا:۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِیْ وَ تَذْكِيْرِیْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَیَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ٥ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ

اور ان پر نوحؑ کا قصہ بیان فرمایئے۔
جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا اے
میری قوم اگر تم پر میرا قیام اور میرا
(انقلابی) آیتوں کے ساتھ نصیحت کرنا
گراں گزر رہا ہے تو (جان لو کہ) میں
نے تو صرف اللہ ہی پر توکل کرلیا ہے
(اور تمہارا کوئی ڈر نہیں) اور

www.MinhajBooks.com

فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اَلَّاعَلَی اللّٰہِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَo

(۱۰:۷۱۔۷۲)

تم اکٹھے ہوکر (میری مخالفت میں) اپنی تدبیر کو پختہ کرلو اور اپنے گھڑے ہوئے شریکوں کو بھی (ساتھ ملالو اور اس قدر سوچ لو کہ) پھر تمہاری تدبیر (کا کوئی پہلو) تم پر مخفی نہ رہے۔ پھر میرے ساتھ (جو جی میں آئے) کر گزرو اور (مجھے) کوئی مہلت نہ دو۔ سو اگر تم نے (میری نصیحت سے) منہ پھیرلیا تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ (بھی) تو نہیں مانگا۔ میرا اجر تو صرف اللہ کے ذمہ کرم پر ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہو جاؤں۔

ب۔ قوم کے سامنے نوحؑ کی دعوت اور آپ کا پیشکردہ سماجی و معاشرتی نظام

حضرت نوحؑ کی دعوت دو پہلوؤں پر مشتمل تھی۔

ا۔ مذہبی پہلو (Religious Aspect)

ارشاد ربانی ہے:۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌo قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌo اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوْہُ وَاَطِیْعُوْنِo (۷۱:۱۔۳)	اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تاکہ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے آپ اپنی قوم کو (اس عذاب سے) ڈرائیں۔(نوحؑ نے تبلیغ شروع کی اور) فرمایا کہ اے میری قوم میں تمہارے لئے واضح طور پر نصیحت کرنے والا (عواقب سے ڈرنے والا) ہوں۔ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔

یعنی نوحؑ نے اپنی قوم کو عبادت الٰہی، تقویٰ اور اطاعت نبوی کی دعوت دے کر توحید و رسالت کے بنیادی عقائد کی طرف متوجہ کیا اور انہیں شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کی سعی فرمائی۔

ii۔ دنیاوی پہلو (Secular Aspect)

دعوت نوحؑ صرف حصول تقویٰ اور تصور آخرت تک ہی محدود نہ تھی بلکہ وہ زندگی کے دنیاوی پہلو کو بھی محیط تھی۔ ارشاد ربانی ہے:۔

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُھُمْ جِھَارًاoثُمَّ اِنِّیٓ اَعْلَنْتُ لَھُمْ وَاَسْرَرْتُ لَھُمْ اِسْرَارًاoفَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًاo یُّرْسِلِ الَّسمَآءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَارًاo وَّ یُمْدِدْ کُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَیَجْعَل لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰراً oمَالَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَارًاo وَقَدْ خَلَقَکُمْ اَطْوَارًاo

(۷۱:۸۔۱۴)

پھر (بھی) میں ان کو با آواز بلند (مجلسوں اور محفلوں میں اور ہر مناسب موقع پر دین حق کی طرف) بلاتا رہا۔ پھر میں نے ان کو اعلانیہ (بھی سمجھایا) اور چپکے چپکے (بھی)۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشوالو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے واسطے باغ بنا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔ تم کو کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی عظمت پر اعتقاد نہیں رکھتے (اس کے غضب سے نہیں ڈرتے) حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح (کی صورت و سیرت) کا بنایا۔

یعنی نوحؑ نے اپنی قوم کو اس طرف متوجہ کیا کہ یہ صرف قانون الٰہی کی پابندی اور اعتقاداً وعملاً رب ذوالجلال کی طرف رجوع ہی ہے جس سے

فراخی رزق ------- (استحکام معیشت)

فراخی اولاد ------- (استحکام معاشرتُ)

میسر آ سکے گا۔

ج۔ قومِ نوحؑ کا ردعمل :

حضرت نوحؑ کی اس جامع دعوت کو سن کر جو زندگی کے ظاہر و باطن کو منقلب کر دینے سے عبارت تھی قومِ نوحؑ کے سردار اور وڈیرے لرز اٹھے۔ انہیں اپنا نظامِ زندگی اور اجارہ داریاں خطرے میں نظر آنے لگے۔ نتیجتاً انہوں نے معاشرے میں اس نوع کا پراپیگنڈا شروع کر دیا جس سے نوحؑ کی دعوت کے بارے میں عامۃ الناس التباس (confusion) کا شکار ہو جائیں۔ ارشادِ ربانی ہے:۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحاً اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ o فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ مَا ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْکُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِکَۃً مَّا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِیْ

اور بے شک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ تو انہوں نے ان سے کہا اے میری قوم تم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ کیا تم کو خوف (خدا) نہیں (کہ دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہو۔) پس ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ (لوگو! تم اس شخص کی

www.MinhajBooks.com

ابَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَo اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍo (۲۳:۲۳۔۲۵)

طرف (التفات نہ کرو) یہ تمہارے جیسا ایک انسان ہی تو ہے جو (اپنے کو نبی بتا کر) تم پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے اور اللہ اگر (نبی ہی بھیجنا) چاہتا تو کوئی فرشتہ اتارتا (آدمی کا نبی ہو کر آنا تو عجیب بات ہے) ہم نے تو اپنے پہلے باپ دادوں سے یہ سنا نہیں (کہ انسان بھی نبی ہوتا ہے)۔ یہ تو بس
ایک دیوانہ آدمی ہے پس کچھ مدت تک اس کا انتظار کرتے رہو۔ (تاکہ وہ اپنے ہوش و حواس میں واپس آ جائے
پھر اس قسم کا دعویٰ نہ کرے گا۔)

یعنی قوم نوحؑ کے سرداروں نے معاشرے میں موجود اپنی Lobby کو اس امر پر اکسایا کہ حضرت نوحؑ سے ان کی سرداری اور فضیلت کو خطرہ لاحق ہے۔ گویا یہ دعوت نوحؑ کی جامعیت تھی جس سے قوم نوحؑ کے وڈیرے اور سردار اپنے استحقاقات کو خطرے میں گھرا محسوس کر رہے تھے۔ جب انہوں نے اپنے اس حربے کو کارگر ہوتا نہ دیکھا تو حضرت نوحؑ پر ایمان لانے والوں کے سماجی مرتبہ (Social Status) کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دیا۔ اور اس معاشرتی تفاوت کو' جو اس قوم کے سرداروں اور غریب عوام میں موجود تھی بنیاد بنا کر حضرت نوحؑ کو اس امر کی طرف راغب کرنا شروع

کردیا کہ وہ معاشرے کے گرے پڑے اور مفلوک الحال لوگوں کو اپنے پاس نہ آنے دیں:

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ نِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَاتَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُو اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ قَالُوْآ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝

(۲۶:۱۰۵۔۱۱۱)

نوحؑ کی قوم نے (بھی اپنے زمانہ میں) پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی نوحؑ نے ان سے کہا (اے میری قوم کے لوگو) کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں۔ بے شک میں تمہارے لئے اللہ کا معتبر پیغام لانے والا ہوں۔ پس (تم پر لازم ہے کہ) تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (میرا کہا مانو) اور میں تم سے اس (تبلیغ حق) کا کوئی صلہ نہیں چاہتا میرا اجر تو سب جہانوں کے پروردگار کے ہی ذمہ ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بولے (کیسی باتیں کرتے ہو) کیا ہم تم پر ایمان لائیں حالانکہ تمہارے پیرو حقیر لوگ ہیں (جن کی معاشرے میں کوئی عزت نہیں ان کے ساتھ شامل ہونا کوئی عقلمندی ہے)۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌo اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍo فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ج وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَo

(۱۱:۲۵۔۲۷)

اور بے شک ہم نے نوحؑ کو انکی قوم کی طرف بھیجا۔ (انہوں نے ان سے کہا) میں تمہارے لئے کھلا ڈرنے والا (بن کر آیا) ہوں۔ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں تم پر دردناک دن کے عذاب (کی آمد) کا خوف رکھتا ہوں۔ سو ان کی قوم کے کفر کرنے والے سرداروں اور وڈیروں نے کہا ہمیں تو تم ہمارے اپنے ہی جیسا ایک بندہ دکھائی دیتے ہو۔ اور ہم نے کسی معزز شخص) کو تمہاری پیروی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ سوائے ہمارے (معاشرے کے) سطحی رائے رکھنے والے پست و حقیر لوگوں کے (جو بے سوچے سمجھے تمہارے پیچھے لگ گئے ہیں) اور ہم تمہارے اندر اپنے اوپر کوئی فضیلت و برتری بھی نہیں دیکھتے۔ بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔

مگر جواباً حضرت نوحؑ نے نہ صرف اہل ایمان کو کم سماجی مرتبے کی بنا پر اپنی قربت سے دور کرنے سے انکار کر دیا بلکہ قوم نوحؑ کو انتہائی شائستہ اور حکیمانہ انداز میں

حق کی طرف رجوع کرنے کی تلقین فرمائی:۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَ ءَ يْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَ اٰتٰنِىْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ. اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَo وَ يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ط اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّىْ اَرٰيكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَo

(۱۱:۲۸۔۲۹)

(نوحؑ نے) کہا اے میری قوم بتاؤ تو سہی اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر بھی ہوں اور اس نے مجھے اپنے حضور سے (خاص) رحمت بخشی ہو مگر وہ تمہارے اوپر (اندھوں کی طرح) پوشیدہ کردی گئی ہو تو کیا ہم اسے تم پر جبراً مسلط کر سکتے ہیں درآنحالیکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ اور اے میری قوم میں تم سے اس (دعوت و تبلیغ) پر کوئی مال و دولت (بھی) طلب نہیں کرتا میرا اجر تو صرف اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔ اور میں (تمہاری خاطر) ان (غریب و پسماندہ) لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں دھتکارنے والا بھی نہیں ہوں۔ بے شک یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے بہرہ یاب ہونے والے ہیں اور میں تو درحقیقت تمہیں جاہل قوم دیکھ رہا ہوں۔

قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ٥اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ٥ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ ٥ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ٥

(۲۶:۱۱۲۔۱۱۵)

فرمایا مجھ کو اس سے کیا غرض کہ وہ لوگ پہلے کیا کرتے تھے (ان کا پیشہ کیا تھا) (تم ان پر فضول اتہام نہ لگاؤ) ان سے (ان کے کاموں کا) حساب لینا میرے پروردگار کے ذمہ ہے کاش تم (یہ بات) سمجھ سکتے اور میں ایمان لانے والوں کو اپنے سے دور کرنے والا نہیں (مجھے تمہارے ساتھ ہونے نہ ہونے سے غرض نہیں) میں تو بس صاف طور پر ایک نصیحت کرنے والا اور اللہ سے)ڈرانے والا ہوں۔

مگر قوم نوحؑ جو کفر و باطل پر ہٹ دھرمی اختیار کر چکی تھی، نے آپ کو ملک بدر کرنے اور ہلاک کرنے کی دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰنُوْحُ لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ٥

(۲۶:۱۱٦)

وہ بولے اے نوحؑ! اگر تم نے (اپنا یہ طور طریقہ) نہ چھوڑا تو تم کو ضرور سنگسار کر دیا جائے گا۔

www.MinhajBooks.com

اور حضرت نوحؑ سے عذاب الٰہی کے بپا ہو جانے کا تقاضا کرنا شروع کر دیا:۔

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَo(۳۲:۱۱)

وہ کہنے لگے اے نوحؑ ! بیشک تم ہم سے جھگڑ چکے ہو تم نے ہم سے بہت جھگڑا کر لیا بس اب ہمارے پاس وہ (عذابؑ) لے آؤ جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اگر تم (واقعی) سچے ہو۔

مگر بایں ہمہ حضرت نوحؑ کا رویہ اپنی قوم سے نصیحت کرنے' ان کی اصلاح پذیری اور خیر خواہی کا رہا۔ تا آنکہ قوم نوحؑ کی باغیانہ روش حد سے تجاوز کر گئی:۔

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ oوَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَo

(۳۴۔۳۳:۱۱)

(نوحؑ نے) کہا وہ (عذاب) تو بس اللہ ہی تم پر لائے گا۔ اگر اس نے چاہا۔ اور تم اسے عاجز نہیں کر سکتے۔ اور میری نصیحت بھی تمہیں نفع نہ دے گی خواہ میں تمہیں نصیحت کرنے کا ارادہ کروں اگر اللہ نے تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ فرما لیا ہو۔ وہ تمہارا رب ہے اور تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

د۔ قوم نوحؑ کا انجام

جب قوم نوحؑ کی سرکشی حد سے بڑھ گئی اور وہ کسی طور پر بھی حضرت نوحؑ کی دعوت کو سنجیدگی اور متانت سے سننے اور اس پر غور کرنے پر رضامند نہ ہوئے بلکہ گمراہی میں مزید آگے بڑھنے لگے تو حضرت نوحؑ نے ان کے فیصلہ کن انجام کے لئے رب

ذوالجلال کے حضور التجا کی:۔

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ کَذَّبُوْنِ o فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَھُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُوْمِنِیْنَ o

(۲۶:۱۱۷۔۱۱۸)

(نوحؑ نے) التجا کی اے میرے رب مجھے میری قوم نے جھٹلایا ہے سو تو ہی میرے اور ان کے درمیان کھلا فیصلہ فرما دے اور مجھے اور جو میرے ساتھ ایمان لانے والے ہیں ان کو بچا لے۔

حضرت نوحؑ نے صرف ان کی ہلاکت کے لئے ہی التجا نہ کی بلکہ ان کے ان عیوب کو بھی گنوایا جو درحقیقت ان کی ہلاکت کا باعث بن رہے تھے:۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَھَارًا o فَلَمْ یَزِدْھُمْ دُعَآ ءِ یْٓ اِلَّافِرَارًا o وَ اِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُھُمْ لِتَغْفِرَلَھُمْ جَعَلُوْا اَصَابِعَھُمْ فِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَا بَھُمْ وَ اَصَرُّوْا وَاسْتَکْبَرُوْا اسْتِکْبَارًا o ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُھُمْ جِھَارًا o ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَھُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَھُمْ اِسْرَارًا o

(۷۱:۵۔۹)

(نوحؑ نے) عرض کیا اے میرے رب میں اپنی قوم کو رات دن (دین حق کی طرف) بلاتا رہا۔ لیکن میرے بلانے سے وہ (دین سے) اور زیادہ بھاگنے لگے۔ اور جب بھی میں نے ان کو بلایا (کہ میری دعوت حق کو قبول کریں) تاکہ تو ان کو بخش دے تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں (کہ میری بات سننا بھی ان کو گوارا نہ ہوا) اور اپنے اوپر کپڑے ڈال لئے (کہ مجھ کو نہ دیکھیں کہ وہ میری صحت سے بیزار ہیں) اور وہ

(اپنے کفر پر) اڑے رہے اور انتہائی تکبر کرتے رہے۔ پھر بھی میں ان کو با آواز بلند (دین حق کی طرف) بلاتا رہا۔ پھر میں نے ان کو اعلانیہ بھی سمجھایا اور چپکے چپکے (بھی)۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّاخَسَارًا o وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًاo وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًاo وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَ نَسْرًاo وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًاo مِّمَّا خَطِیْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًاo فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا o وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًاo اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًاo (۷۱:۲۱۔۲۷)

نوحؑ نے عرض کیا اے میرے رب انہوں نے میرا کہنا نہ مانا۔ اور ان (مالداروں) کی پیروی کی جن کے مال اور اولاد نے خود ان کو نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہ دیا۔ (یعنی مال و اولاد کی کثرت نقصان ہی کا موجب بنی اور اس سے ان کی آخرت نہ سنوری) اور انہوں نے بڑے بڑے فریب کئے۔ اور ان (روساء نے لوگوں سے) کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ چھوڑنا ودکو نہ سواع کو نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو (جو مختلف امور میں تمہارے کام آتے ہیں)۔ اور اس طرح ان لوگوں نے بہتوں کو گمراہ کردیا اور اے اللہ اب تو بھی ان

ظالموں کو بس گمراہی کے سوا کچھ نہ
دے چنانچہ اپنی خطاؤں کے سبب
ڈبودیئے گئے پھر آگ میں ڈال دیئے
گئے۔تو انہوں نے دنیاو آخرت میں
اپنے لئے اللہ کے سوا کسی کو معاون (و
مددگار) نہ پایا۔اور نوحؑ نے یہ بھی دعا
کی تھی اے میرے رب اب روئے
زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑ اگر تو
نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو
بہکاتے ہی رہیں گے اور ان کی اولاد
بھی بدکار اور کافر ہی ہوگی۔(نہ یہ حق
پر آئیں گے اور نہ ہی ان کی اولاد)

دیگر کئی مقامات پر بھی قرآن حکیم نے قوم نوحؑ کے اس کردار کو بیان کیا ہے
جو ان کی ہلاکت کا باعث بنا:۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوْا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً. وَاعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا٥

(۲۵:۳۷)

اور قوم نوحؑ (ہی کو لے لیجئے) جب
انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی ہم
نے ان کو غرق کردیا اور (خود) ان کو
دنیا کے لئے ایک (سبق آموز) نشانی
بنادیا اور (ان کی سزا یہی ختم نہیں ہوتی
بلکہ) ہم نے ان ظالموں کے لئے
دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا. فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ الظّٰلِمُوْنَo

(١٤:٢٩)

اور بے شک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (پیغمبر بنا کر) پھر وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے (اور ان کو سمجھاتے رہے لیکن ان کی قوم ان کو جھٹلاتی رہی) بالآخر ان کو طوفان نے آ پکڑا اس لئے کہ وہ ظالم تھے (جھوٹے تھے۔ کافر تھے)۔

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَo

(٧٧:٢١)

اور ہم نے ان لوگوں کے مقابلہ میں جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا ان کی مدد کی۔ بے شک وہ بہت ہی برے لوگ تھے اس لئے ہم نے ان سب کو (طوفان میں) غرق کر دیا۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ. اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَo

(٤٦:٥١)

اور ان سے پہلے (یہی کچھ حال) قوم نوحؑ (کا ہوا) بے شک وہ بڑے نافرمان لوگ تھے۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ. اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰىo

(٥٢:٥٣)

اور ان سے بھی قبل قوم نوحؑ کو (ہلاک کیا) کہ بڑے ظالم اور سرکش تھے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَo (۹:۵۴)

ان سے قبل نوحؑ کی قوم نے تکذیب کی یعنی ہمارے بندے (نوحؑ) کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے اور ان کو جھڑکا (اور دھمکایا) بھی گیا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قرآن حکیم نے قوم نوحؑ کی ہلاکت کے جو اسباب جہاں کئے ہیں یعنی ظلم، کذب، فسق، طغیان، بغاوت اور سرکشی یہ بیک وقت زندگی کے مذہبی اور لا مذہبی پہلوؤں کو محیط ہیں۔ جواز خود رسالت نوحؑ کی جامعیت کو بیان کر رہے ہیں۔

ہ۔ قوم نوحؑ کا نجات یافتہ طبقہ

قوم نوحؑ کا وہ طبقہ جنہوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا وہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہے۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِo ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَo (۱۲۰۔۱۱۹:۲۶)

چنانچہ ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بھری ہوئی کشتی میں (بٹھا کر) بچالیا پھر اس کے بعد باقی رہنے والے لوگوں کو ہم نے ڈبو دیا۔

کشتی نوحؑ بنانے کا حکم بھی انہی افراد کے لئے دیا گیا جو ظلم سے دور اور صاحب عدل تھے۔

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ

پس ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ ہماری آنکھوں کے سامنے (ہماری

فَارَ التَّنُّوْرُ. فَاسْلُکْ فِیْھَا مِنْ کُلِّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَھْلَکَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْھُمْ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ o

(۲۳:۲۷)

نگرانی میں) اور ہمارے حکم سے ایک کشتی بناؤ۔ پھر جب ہمارا حکم (عذاب) پہنچے اور تنور (سے پانی) ابلنے لگے تو (حیوانات کے ہر جوڑے میں سے دو

دو اس (کشتی) میں رکھ لو اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی (یعنی جو اہل ایمان ہوں) سوائے ان کے جن پر (غرق ہونے کا) حکم پہلے ہی (صادر) ہو چکا ہے۔ اور ایسے کافروں (کی نجات) کے متعلق ہم سے کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ سب غرق کئے جائیں گے

اورانجام کار یہی مصاحبین نوحؑ اور پیروکاران حق فلاح یاب ہوئے:۔

قِیْلَ یٰنُوْحُ اھْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَکٰتٍ عَلَیْکَ وَعَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَکَ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُھُمْ ثُمَّ یَمَسُّھُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ o

(۱۱:۴۸)

فرمایا گیا اے نوحؑ! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ (کشتی سے) اتر جاؤ جو تم پر ہیں اور ان طبقات پر ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں ۔ اور آئندہ پھر کچھ طبقے ایسے (بھی) ہوں گے جنہیں ہم (دینوی نعمتوں سے) بہرہ یاب فرمائیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ وہ سرزمین جہاں کے باشندوں نے پیغام حق کو ٹھکرادیا انجام کار ہلاکت کا شکار ہوئے۔ اور وہ مختصر سی نبوی مملکت (کشتی نوحؑ) جس کے باسی تمام تر اہل ایمان اور پیروکاران حق تھے سلامتی و برکت (۴۸:۱۱) (Security & Prosperity) سے بہرہ ور ہوئے۔

حضرت ھودؑ علیہ السلام:

حضرت ھود علیہ السلام کی نبوی جدوجہد بھی حضرت نوحؑ کی طرح درج ذیل امر پر مشتمل ہے۔

ا۔ قومؑ کے عدل وانصاف سے عاری اور باطل معاشرتی نظام پر تنقید

ب۔ قومی اصلاح کے لئے ایک مکمل مذہبی وسماجی نظام کا اعلان

ج۔ قوم ھودؑ کا ردعمل

د۔ قوم ھودؑ کا انجام

ا۔ حضرت ھودؑ کی اپنی قوم کے معاشرتی وقومی نظام زندگی پر تنقید

ارشاد ربانی ہے:۔

كَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلاَ تَتَّقُوْنَ ○ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ○ فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ○ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَتبنوْنَ

قوم ھودؑ نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی (یعنی ان کے ہم قوم) ھودؑ نے ان سے کہا کیا تم (اللہ سے ڈرتے نہیں (کہ اس کی ضعیف مخلوق پر ظلم وستم توڑتے رہتے ہو) بے شک میں تمہاری طرف امانت دار

بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ oوَ
تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ
تَخْلُدُوْنَ oوَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ
جَبَّارِيْنَ oفَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ
وَاتَّقُوا الَّذِىْ اَمَدَّكُمْ بِمَا
تَعْلَمُوْنَ o اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ
وَّبَنِيْنَ oوَجَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ oاِنِّىْ
اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ
عَظِيْمٍo

(۲۶:۱۲۳۔۱۳۵)

پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس تبلیغ حق کا تم سے صلہ نہیں چاہتا۔ میرا اجر تو سب جہانوں کے پروردگار کے ذمہ ہے۔ کیا تم ہر اونچی جگہ پر ایک نشان (ایک بلند یا مستحکم عمارت) فضول بنایا کرتے ہو اور تم (پرتکلف) محل بناتے ہوئے شاید (تم سمجھتے ہو کہ) تم ہمیشہ رہو گے اور جب تم ان کی گرفت کرتے ہو تو بڑی بے دردی سے کرتے ہو (پس ان ظالمانہ حرکتوں سے باز آو) اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تم کو وہ تمام چیزیں عطا فرمائیں جو تم جانتے ہو تم کو چوپائے اور بیٹے (سامان بقائے زیست و نسل) عطا کئے اور باغات اور چشمے عطا فرمائے۔ (بصورت دیگر) مجھے تمہارے بارے میں ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

یعنی حضرت ھودؑ نے اپنی قوم کی معاشرتی زندگی، طرز بود و باش، سیاسی

نراج (Political Anarchy) اور معاشی ناشکری کو گنوایا اور قوم کو اس طرف متوجہ کیا کہ انفرادی اور قومی زندگی میں ان کی یہ روش انہیں تباہی و ہلاکت (عذاب یوم عظیم) کی طرف لے جائے گی۔

ب۔ حضرت ھودؑ کا مذہبی و سماجی نظام کا اعلان

حضرت ھودؑ نے اپنی قوم کو گمراہی و سرکشی کی روش پر انہیں صرف متنبہ ہی نہیں کیا بلکہ انہیں ایک جامع اور مکمل نظام سے بھی آ گاہ کیا جو حضرت ھودؑ کی دعوت بھی تھا اور قوم کی فلاح کا ضامن ایک مکمل پروگرام بھی۔

دعوت ھودؑ کا مذہبی پہلو (Religious Aspect)

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَاتَتَّقُوْنَ o اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ o فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ o (۲۶:۱۲۴۔۱۲۶)	جب ان کے بھائی (ہم قوم) ھودؑ نے ان سے کہا کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں۔ بے شک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے امانت دار پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

یعنی حضرت ھودؑ کی دعوت کا مذہبی پہلو ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور تقوی شعاری پر مشتمل تھا۔

www.MinhajBooks.com

دعوت ھودؑ کا دنیوی پہلو (Secular Aspect)

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَا هُمْ هُوْدًاط قَالَ	اور (ہم نے) قوم ھودؑ کی طرف ان

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَo يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ط اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى الَّذِىْ فَطَرَنِىْ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَo وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَo

(۱۱:۵۰۔۵۲)

کے بھائی ھودؑ کو (بھیجا) انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں تم اللہ پر (شریک رکھنے کا) محض بہتان باندھنے والے ہو۔ اے میری قوم میں اس دعوت و تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر فقط اس کے ذمہ کرم پر ہے جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے اور اے لوگو! تم اپنے رب سے (گناہوں کی) بخشش مانگو پھر اس کی جناب میں (صدق دل سے) رجوع کرو۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا۔ اور تمہاری قوت پر قوت بڑھائے گا۔ اور تم مجرم بنتے ہوئے اس سے روگردانی نہ کرنا۔

یعنی حضرت ھودؑ نے اپنی قوم کو انفرادی وقومی زندگی میں قانون الٰہی کی پیروی (ولا تتولوا مجرمین) پر معاشی استحکام اور سیاسی وقومی استحکام کا مژدہ سنایا۔

گویا دعوت ھودؑ بیک وقت دینی و دنیاوی پہلوؤں پر محیط تھی۔ اور ایسے نظام سے عبارت تھی جو زندگی کے ہر پہلو کو قوانین الٰہی کی پابندی کا مظہر بنا کر عطایا الٰہی کا مستحق بنا دے۔

ج۔ قوم ہودؑ کا ردعمل

قوم ھودؑ نے جب اپنے باطل نظام کو مسمار ہوتے دیکھا تو اپنے نبی کی دعوت پر لبیک کہنے اور اس پر غور کرنے کی بجائے حضرت ھودؑ پر الزامات کی بارش شروع کردی۔ اور آپ کے خلاف طرح طرح کے مخالفانہ پروپیگنڈے کا بازار گرم کردیا:۔

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَا هُمْ هُوْدًاط قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ ط اَفَلا تَتَّقُوْنَ. قَالَ الْمَلاءُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ اِنَّا لَنَرٰيكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ o قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ o اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَالَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ o

(۶۸۔۶۵:۷)

اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف ان کے (قومی) بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قومؑ تم اللہ کی عبادت کیا کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم پرہیزگار نہیں بنتے؟ ان کی قوم کی سرداروں اور رئیسوں نے جو کفر کر رہے تھے کہا اے ھود بے شک ہم تمہیں حماقت میں مبتلا دیکھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹے لوگوں میں گمان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا اے میری قوم مجھ میں کوئی حماقت نہیں بلکہ (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (مبعوث

ہوا) ہوں میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور میں تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں۔

ان آیات کریمہ سے یہ حقیقت ہویدا ہے کہ قوم ھودؑ کے حضرت ھودؑ علیہ السلام پر طرح طرح کے الزامات لگانے اور بار بار دعوت نبوی رد کرنے کے باوجود حضرت ھودؑ نے کمال ضبط وتحمل سے اپنی قوم کو راغب الی الحق کرنے کی کوششیں جاری رکھیں۔

د: قوم ھودؑ کا انجام

جب قوم ھودؑ کسی طرح بھی حضرت ھودؑ کی دعوت کی طرف متوجہ نہ ہوئی اور اپنی باغیانہ ومجرمانہ روش پر کاربند رہی تو بارگاہ رب العزت سے اس قوم کی ہلاکت کا فیصلہ کر دیا گیا:۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o

(۱۳۹:۲۶)

غرض انہوں نے ہودؑ کو جھٹلایا۔ پس ہم نے انہیں بھی ہلاک کر دیا بے شک اس میں نشانی ہے اور (قوم ہودؑ کے لوگوں میں سے) اکثر ایمان لانے والے ہی نہ تھے۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ o

(۷۲:۷)

اور ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے اپنی رحمت کے باعث نجات بخشی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا

تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ج وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ o وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ o

اور جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے ہودؑ کو اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو اپنی رحمت کے باعث بچالیا اور ہم نے انہیں سخت عذاب سے نجات بخشی۔ اور یہ قوم عاد ہے جنہوں نے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور جابر و متکبر دشمن حق کے حکم کی

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ o

(۱۱:۵۸۔۶۰)

پیروی کی ۔ اور اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگادی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ یاد رکھو کہ قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا تھا خبردار ہودؑ کی قوم عاد کے لیے (رحمت سے) دوری ہے۔

قوم ھودؑ کی ہلاکت کو رب ذوالجلال نے ایک نشانی بنادیا۔ اور اس تاریخی حقیقت کو ثبت فرمادیا کہ قوم ھودؑ کی ہلاکت کا سبب یہ تھا کہ:

i۔ وہ آیت الٰہی کی تکذیب کرنے والے تھے۔

ii۔ وہ قانون الٰہی کی پابندی کی بجائے اپنے سرکش و باغی سرداروں کے مطیع تھے۔

نتیجتاً نہ صرف ان کی ہلاکت کو ایک عبرت انگیز مثال بنادیا گیا بلکہ

قیامت تک ان پر لعنت مسلط کردی گئی۔ جو ان کے دنیوی و اخروی خسران سے عبارت ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام:

حضرت صالح کی دعوت بھی اس دور کے معاشرے کے جملہ عیوب و نقائص کی اصلاح اور ان کی انفرادی و قومی زندگی کو قانون الٰہی کا پابند بنانے سے عبارت تھی۔

حضرت صالحؑ کی اپنی قوم کے باطل نظام پر تنقید:۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰہَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰہٍ	اور قوم ثمود کی طرف ان کے (قومی) بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے
غَيْرُہٗo قَدْ جَآءَ تْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْo ھٰذِہٖ نَاقَةُ اللّٰہِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْھَا تَاْ كُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰہِ وَلَا تَمَسُّوْھَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَ كُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ oوَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُھُوْلِھَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ	میری قوم! اللہ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل آ گئی ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے سو تم اسے (آزاد) چھوڑے رکھنا کہ اللہ کی زمین چرتی رہے اور اسے برائی (کے ارادے) سے ہاتھ نہ

الْجِبَالَ بُيُوْتًا فَاذْكُرُوْآ اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَo

(۷:۳۷۴۷۴)

لگانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب آ پکڑے گا۔ اور یاد کرو جب انہوں نے تمہیں قوم عاد کے بعد (زمین میں) جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں سکونت بخشی کہ تم اس کے نرم (میدانی) علاقوں میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر (انہیں) گھر بناتے ہو سو تم اللہ کی (ان نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد انگیزی نہ کرتے پھرو۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَاهُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَo قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِo لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَo

(۲۷:۴۵۔۴۶)

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے (ہم قوم) بھائی صالحؑ کو بھیجا (اس پیغام کے ساتھ) کہ اللہ کی عبادت کرو تو وہ دو فریق ہو کر (یعنی مومن اور منکر) آپس میں (پیغام حق کے بارے میں) جھگڑنے لگے فرمایا اے میری قوم! تم بھلائی سے پہلے برائی کی کیوں جلدی کرتے ہو (اور) اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت کیوں طلب نہیں کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت صالحؑ کی طرف سے قوم کے سامنے پیش کردہ نظام زندگی:

حضرت صالحؑ نے نہ صرف اپنی قوم کی زندگی کی خرابیوں کی نشاندہی کی اور انہیں راغب الی الحق ہونے کی دعوت دی بلکہ ان کے سامنے دنیوی واخروی فلاح کا حامل ایک مکمل نظام زندگی بھی رکھا:۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحًا اَلَا تَتَّقُوْنَ ○اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ○ فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ○وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ○ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ اَتُتْرِكُوْنَ فِیْ مَاهٰهُنَآ اٰمِنِیْنَ○ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ○وَّزُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ○

جب ان کے (ہم وطن) بھائی صالحؑ نے ان سے کہا کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں؟ میں تمہارے لئے ایک امانت دار پیغمبر ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔اور میں تم سے اس کا کوئی صلہ نہیں چاہتا۔ میرا اجر تو میرے رب کے ذمے ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ کیا جو چیزیں تم کو میسر ہیں تم ان میں (لطف اٹھانے کے لئے) بے فکری سے چھوڑ دیئے جاؤگے۔ باغوں اور چشموں میں (کہ یوں ہی عیش کرتے رہوگے) اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن میں نرم نرم کونپلیں پھوٹ رہی ہیں۔ اور تم

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَo فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِo وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ o الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَo

(۲۶:۱۴۹۔۱۵۲)

پہاڑوں کے پر تکلف گھر تراشتے ہو (اس خیال سے کہ ان میں ہمیشہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے رہو گے اور ان سے کبھی نہ نکلو گے) پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور بے باک لوگوں (حد سے تجاوز کرنے والوں) کا کہنا نہ مانو جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں (معاشرہ کی اصلاح نہیں کرتے (نہ نیک صلاح دیتے ہیں)

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّي قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌo

(۱۱:۶۱)

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور اس میں تمہیں آباد فرمایا سو تم اسی سے معافی مانگو پھر اس کے حضور توبہ کرو بے شک میرا رب قریب ہے دعائیں قبول فرمانے والا۔

قوم کا ردعمل:

حضرت صالحؑ کی قوم نے آپ کی دعوت کو قبول کرنے اور اپنی زندگی کو آپ کے پیش کردہ نظام زندگی کے مطابق ڈھالنے کی بجائے آپ کی ذات، آپ کی دعوت اور آپ کے متبعین کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دیا:۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ o قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ o

(۷:۷۵،۷۶)

ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے جو متکبر و سرکش تھے ان غریب پسے ہوئے لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لائے تھے کیا تمہیں یقین ہے کہ واقعی صالحؑ اپنے رب کی طرف سے (رسول بنا کر) بھیجے گئے ہیں انہوں نے کہا جو کچھ انہیں دے کر بھیجا گیا ہے بے شک ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں پھر متکبر لوگ کہنے لگے بے شک جس چیز پر تم ایمان لاتے ہو ہم اس کے سخت منکر ہیں۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ o مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ o

(۲۶:۱۵۳۔۱۵۴)

(قوم کے لوگوں نے) کہا کہ ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ پھر آخر تم بھی ہم جیسے ہی ایک آدمی ہو۔ پس اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی معجزہ پیش کرو۔

قَالُوا اطَّيَّرْ نَا بِکَ وَبِمَنْ سَمَعَکَo قَالَ طَٰئِرُکُمْ عِنْدَاللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَo وَکَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِیْ الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ oقَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَیِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِکَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَo

(۲۷:۴۷۔۴۹)

انہوں نے (بجائے اصلاح کرنے کے یہ گستاخانہ) جواب دیا۔ صالحؑ ہم تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس (ہی) سمجھتے ہیں انہوں نے فرمایا! تمہاری ہر نحوست (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے بلکہ تم وہ لوگ ہو جن کی آزمائش ہو رہی ہے۔ اور شہر میں نو شخص (ایسے) تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے رہتے اور اصلاح نہ کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپس میں قسم کھاؤ کہ رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شبخون ماریں گے اور ان کو قتل کردیں گے اور پھر ان کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم تو ان کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے۔ اور بے شک ہم سچ کہتے ہیں

ان آیات کریمہ سے ظاہر ہے کہ قوم صالح میں موجود 9 بڑے سرداروں نے حضرت صالحؑ کے خلاف اور آپ کے پیروکاروں کے خلاف محاذ کھڑے کردیئے اور ہر ممکن کوشش شروع کردی کہ کسی طور ان کی دعوت فروغ پذیر نہ ہوسکے۔

قوم صالحؑ کا انجام:

جب حضرت صالحؑ کی قوم کی سرکشی حد سے بڑھ گئی اور انہوں نے دعوت صالحؑ کو قبول کرنے کی بجائے آپ کے خلاف طرح طرح کی منصوبہ بندیاں اور سازشیں شروع کر دیں تو ان کے مقدر کا فیصلہ یوں کر دیا گیا:۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ o فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ o فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ o وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ o

(۲۷:۵۰۔۵۳)

اور انہوں نے ایک خفیہ سازش کی اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ پھر دیکھ لیجئے ان کی سازشوں کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ ہم نے ان (سرداروں) کو اور ان کی قوم کو سب کو ہلاک کر ڈالا۔ اور یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے باعث ویران پڑے ہیں۔ بے شک اس میں جاننے والوں کے لئے بڑی نشانی ہے۔ اور ہم نے ایمان والوں کو بچالیا اور وہ (خدا کی نافرمانی سے) بچے رہتے تھے۔

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ

وہ بولے صالحؑ اس سے قبل ہماری قوم میں تم امیدوں کا مرکز تھے کیا تم ہمیں ان (بتوں) کی پرستش کرنے سے روک رہے ہو جن کی ہمارے

مُّرِيْبٍo قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَ يْتُمْ اِنْ
كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَ اٰتٰنِىْ
مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ
اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُ وْ نَنِىْ غَيْرَ
تَخْسِيْرٍo وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ
لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ
اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ
فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ
oفَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِىْ دَارِ
كُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ
مَكْذُوْبٍ oفَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا
نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْىِ يَوْمَئِذٍ.
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِىُّ الْعَزِيْزُ
وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ
فَاَصْبَحُوْا فِىْ دِيَارِهِمْ
جٰثِمِيْنَo كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَآ
اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا
لِّثَمُوْدَo

(۱۱:۶۲۔۶۸)

باپ دادا پرستش کرتے رہے ہیں اور جس (توحید) کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو یقیناً ہم اس کے بارے میں بڑے اضطراب انگیز شک میں مبتلا ہیں صالحؑ نے کہا اے میری قوم ذرا سوچو تو سہی اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور مجھے اس کی جانب سے خاص رحمت نصیب ہوئی ہے (اس کے بعد اس کے احکام کو تم تک نہ پہنچا کر) اگر میں اس کی نافرمانی کر بیٹھوں تو کون شخص ہے جو اللہ (کے عذاب) سے بچانے میں میری مدد کرسکتا ہے۔ پس سوائے نقصان پہنچانے کے تم میرا کچھ نہیں بڑھا سکے۔ اے میری قوم! یہ اللہ کی (خاص طریقہ سے پیدا کردہ اونٹنی ہے (جو) تمہارے لئے نشانی ہے سو اسے چھوڑے رکھو (یہ) اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا۔ ورنہ تمہیں قریب (واقع

ہونے والا) عذاب آ پکڑے گا پھر انہوں نے اسے (کونچیں کاٹ کر) ذبح کرڈالا اور صالحؑ نے کہا (اب) تم اپنے گھروں میں (صرف) تین دنوں تک عیش کرلو۔ یہ وعدہ ہے جو (کبھی) جھوٹا نہ ہوگا۔ پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا (تو ہم نے صالحؑ کو اور جو ان کے ساتھ ایمان والے تھے اپنی رحمت کے سبب سے بچالیا اوراس دن کی رسوائی سے (بھی نجات بخشی) بے شک آپ کا رب ہی طاقتور غالب ہے۔ اورظالم لوگوں کو ہولناک آواز نے آ پکڑا سوانہوں نے صبح اس طرح کی کہ اپنے گھروں میں مردہ حالت میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ گویا وہ کبھی ان میں رہتے ہی نہ تھے۔یاد رکھوقوم ثمود نے اپنے رب سے کفرکیا تھا (قوم) ثمود کے لئے رحمت سے دوری ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ انبیاء کرامؑ میں نہایت جلالت شان کے حامل پیغمبر ہیں۔ آپ کو نہ صرف جد الانبیاءؑ ہونے کا شرف حاصل ہے بلکہ آپ کے اکثر شعائر اور عبادات کو رب ذوالجلال نے امت محمدیؐ کے لئے بھی لازمی قرار دیا۔ آپ کے مقصد بعثت کی جامعیت و ہمہ گیریت کا حامل ہونے کی طرح ہی آپ کی شخصیت بھی جامع اوصاف سے متصف ہے کہ آپ نے نہ صرف عقائد' عبادات اور احوال حیات کے باب میں اصلاح کی مساعی فرمائی بلکہ اپنے دور کی اقوام وملل کے دنیاوی احوال کی درستگی اوران کی دنیوی واخروی فلاح بھی آپ کا مطمع نظر رہا۔ جب آپ کو قوم لوطؑ پر عذاب کے نزول کا علم ہوا تو آپ عذاب کے لئے آنے والے فرشتوں سے گفتگو کرنے لگے کہ کسی طرح قوم لوطؑ سے عذاب ٹل جائے اور انہیں اصلاح احوال کا ایک اور موقع مل جائے آپ کے اس وصف کو قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے:۔

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ o (۱۱:۷۵)

بے شک ابراہیمؑ بڑے پروقار' رقیق القلب (نرم دل) اور (ہر وقت خدا کی طرف) رجوع کرنے والے تھے۔

آپکے مقصد بعثت کے مذہبی اور سیکولر پہلو کی تفصیل درج کی جاتی ہے:

مذہبی پہلو (Religious Aspect)

توحید' رسالت اور آخرت جیسی بنیادی تعلیمات آپ کے مقصد بعثت کے بنیادی مشمولات تھے۔ قرآن حکیم نے نہ صرف ان کی تفصیل بیان کی بلکہ آپؐ کی زندگی کے ابتدائی مراحل کے دوران تلاش حق کے لئے غور وفکر کو بھی بیان کیا کہ آپ کس طرح ترک آفل سے معبود حقیقی تک پہنچے۔ آپ کی تلاش حق کی یہ ساری جدوجہد

اہل بصیرت کے لئے اپنے اندر رہنمائی کا ان گنت سامان رکھتی ہے۔

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّا اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَo اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السّٰمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفاً وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَo

(۶:۷۸،۷۹)

پھر جب (مذکورہ مشاہدات کے بعد) سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا (کیا) یہ میرا رب ہے۔ یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ غروب ہوگیا تو بول اٹھے اے میری قوم (میں نے ان سب کو دیکھ لیا جن کو تم اپنا معبود قرار دیتے ہو ان کی حقیقت تو زوال ہے۔ جبکہ اللہ لا زوال ہے) میں ان سب سے جن کو تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو بیزار ہوں۔ میں نے تو اپنا منہ اسی ذات کی طرف یکسو ہوکر کرلیا۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

حضرت آدمؑ کے بعد کرہ ارض پر انسانیت کے لئے عبادت کے مرکز و مرجع کعبۃ اللہ کی تعمیر بھی آپ ہی نے فرمائی:۔

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُo

(۲:۱۲۷)

اور جب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور دعا کر رہے تھے) اے ہمارے پروردگار ہماری یہ سعی قبول فرما بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیغام حق کی اشاعت کے فریضے کو ادا فرمایا' دنیا میں اللہ کے پہلے گھر کی تعمیر نو کی اور اطاعت الٰہی کی انجام دہی کو اس کمال تک پہنچادیا جس کا تصور بھی عام انسانیت کے لئے ناممکن تھا۔ جب آپ کو اپنے لخت جگر حضرت اسمعیلؑ کی قربانی کا حکم دیا گیا تو آپؑ نے اس پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کردیا ارشاد ربانی ہے:۔

فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ o وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ o قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْ يَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ o اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ o وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ o

(۳۷:۱۰۳۔۱۰۷)

پھر جب دونوں نے (اللہ کا حکم) مان لیا تو (ابراہیمؑ نے) ان کو ماتھے کے بل لٹایا۔ اور ہم نے ان کو ندا دی کہ اے ابراہیم تم نے ہمارا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکوکاروں کو یوں ہی بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک یہ ایک بڑی صریح آزمائش تھی اور ہم نے ایک عظیم قربانی کو ان کا فدیہ بنادیا۔

اور رب ذوالجلال نے حضرت ابراہیمؑ کے اس عمل کو اتنی زیادہ قبولیت سے نوازا کہ آنے والی امتوں میں بھی اسے جاری رکھا:۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ o سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ o

(۳۷:۱۰۸۔۱۰۹)

اور ہم نے ان کے بعد آنے والوں میں ان (کے ذکر خیر) کو باقی رکھا۔ سلام ہو ابراہیمؑ پر۔

دنیوی پہلو (Secular Aspect)

بعثت ابراہیمی کے اس پہلو کا جائزہ اگر قرآن حکیم کی روشنی میں لیا جائے تو ہم

دیکھتے ہیں کہ قرآن حکیم اس حوالے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کو اسی مقصد سے عبارت ٹھہراتا ہے جو مقصد حضرت نوحؑ ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حتی کہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا، اور اس مقصد کو قرآن حکیم ''اقامت دین'' کا عنوان دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَاوَصىّٰ بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (۱۳:۴۲)

(اللہ نے) تمہارے لئے وہی دین مقرر فرمایا ہے جس کا حکم نوحؑ کو دیا تھا اور جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا اور اس کا حکم ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا تھا کہ (اس) دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

اقامت دین کے اس عظیم کام کی انجام دہی کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکمران وقت کے سامنے بھی دعوت حق رکھی۔ اور اسے متنبہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ بادشاہی کے زعم میں خدائی دعوے نہ کرے کیونکہ زندگی وموت اور کائنات کا نظام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار ظلم ہے اور ظلم ہدایت سے محرومی کا سبب۔ ارشاد ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَ يُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَ اُمِيْتُ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ

کیا آپ نے اس (شخص یعنی نمرود) کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیمؑ سے ان کے پروردگار کے متعلق بحث کی۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سلطنت عطا فرمائی تھی۔ (حضرت ابراہیمؑ نے جب عام لوگوں کی طرح اسے سجدہ نہ

فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ وَاللهُ لَا یَهْدِیْ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَo

(۲:۲۵۸)

کیا اس نے حیرت سے پوچھا تیرا رب کون ہے اس کے جواب میں) جب حضرت ابراہیمؑ نے کہا میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اب تو اسے مغرب کی طرف سے نکال دے۔ تو یہ سن کر وہ کافر (نمرود) حیران رہ گیا (لا جواب ہوگیا لیکن ایمان نہ لایا) اور اللہ بھی ایسے ظالموں (ابطال حق کرنے والوں) کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

آپ نے نہ صرف نمرود کے سامنے دعوت حق رکھی بلکہ اس دور کے شرک‘ بت پرستی اور احکامات الٰہی سے بغاوت پر مبنی نظام زندگی سے بھی ٹکر لی۔ آپ نے اپنی قوم کو بتوں کی پرستش چھوڑنے اور ایک اللہ کی عبادت کی تلقین کی اور عملاً بھی ان کے بتوں کو توڑ پھوڑ دیا تاکہ ان پر ان کی حقیقت اور بے بسی منکشف ہوسکے۔ اس کے نتیجہ میں آپ کی قوم نے آپ کو نذر آتش کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی حفاظت کی خاطر آگ کے مزاج کو بدل ڈالا اور اسے آپ کیلئے باعث زحمت کے بجائے باعث رحمت بنا دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَo وَتَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَo فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَo

(۵۸_۵۶:۲۱)

فرمایا (نبی کی بات مذاق نہیں ہوتی یہ بت تمہارے رب نہیں) بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے (اور) جس نے ان کو پیدا کیا اور میں (یقین کامل کے ساتھ) اس (عقیدہ توحید) کے گواہوں میں سے ہوں۔ اور (فرمایا) قسم خدا کی! جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے میں تمہارے بتوں کے متعلق (وہ) چال چلوں گا (کہ تم اپنے بتوں کی مجبوری اور بے کسی خود سمجھ لو) پھر (جب وہ لوگ چلے گئے تو ابراہیمؑ نے ان بتوں کو) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا سوائے ان کے بڑے (بت) کے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

اتنے بڑے اقدام پر قوم کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آنا لازمی امر تھا۔ سو آپ کی قوم نے آپ کو سزا دینے اور اپنے معبودان باطل کا بھرم قائم رکھنے کے لئے آپ کو نذر آتش کرنے کا فیصلہ کیا مگر رب ذوالجلال کی تائید و نصرت آپ کے شامل حال رہی اور آپ اس معرکہ حق و باطل میں سرخرو ہوئے:۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْآ اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَo قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَo

(۲۱:۶۸-۶۹)

انہوں نے (آپس میں) کہا کہ بحث مباحثہ سے تو فائدہ نہیں۔ اس نوجوان نے ان بتوں کو توڑا ہے اس کو یہ سزا ملنی چاہئے کہ) اس کو (آگ میں) جلادو اور (اس طرح) اپنے ان معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے (تو یہی کرو ان کے اس اہتمام پر) ہم نے حکم دیا اے آگ تو ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور آرام دہ بن جا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعوت حق کی انجام دہی کو دینی اور دنیاوی دونوں پہلوؤں سے اس طرح منتہائے کمال تک پہنچایا کہ مذہبی میدان میں حق عبودیت ادا کرتے ہوئے اپنے لخت جگر تک کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا جبکہ دوسری طرف باطل اور طاغوتی نظام کی بیخ کنی اور کفر و شرک کے معاشرے کو توحید و اطاعت حق کے معاشرے میں بدلنے کے لئے آگ تک میں جلنا گوارا کرلیا۔ نتیجتاً رب ذوالجلال نے آپ کو امت حنیف اور آپ کے دین کو دین حنیف قرار دیا اور اس کی اطاعت میں ہی دنیا و آخرت کی فلاح قرار دیا:۔

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتاً لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ o شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ o وَاٰتَيْنٰهُ فِى

بے شک ابراہیمؑ ہی (دین اسلام کے) بڑے مقتدا اللہ کے فرمانبردار (اور) اس کے ہوکر رہنے والے تھے۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

الدُّنْيَاحَسَنَةً وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝

(۱۶:۱۲۰۔۱۲۳)

وہ تو اس کی نعمتوں کے بڑے شکر گزار تھے۔(اللہ نے بھی) ان کو (اپنی نبوت اور مقام خلت کے لئے) چن لیا تھا اور ان کو سیدھی راہ پر چلایا تھا۔اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی بھلائی دی (ہر فرقہ ان سے اپنا تعلق قائم کرتا ہے اور ان کے صفات حمیدہ کا ذکر کرتا رہتا ہے) اور بے شک وہ آخرت میں بھی صالحین میں ہوں گے۔ پھر (اے رسولؐ) ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیمؑ ہی کی اتباع کریں جو یک رخ رہنے والے (خالص اللہ ہی کی اطاعت کرنے والے) تھے اور ہرگز مشرکین میں سے نہ تھے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْھَهٗ لِلّٰهِ وَ ھُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا ۝

(۴:۱۲۵)

اور اس شخص سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے اپنی ذات کو اللہ کے حوالے کر دیا اور وہ نیک کاموں میں لگا رہا۔ اور یکسو ہو کر ابراہیمؑ کے دین کی پیروی کرتا رہا اور اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنا لیا ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ (۴:۶۰)

اور تمہارے لئے تو ابراہیم اور ان کے ساتھیوں (کی زندگی) میں ایک اعلی نمونہ (موجود) ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام:

حضرت لوطؑ کی دعوت بھی مذہبی اور سیکولر پہلوؤں کو محیط ہے:

حضرت لوطؑ کی دعوت کا مذہبی پہلو: (Religious Aspect)

ارشاد ربانی ہے:

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ. اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌo فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ o وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ oوَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ط بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَo قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ oقَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ o (۲۶:۱۶۱-۱۶۸)

جب ان سے ان کے بھائی لوطؑ نے کہا۔ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ بے شک میں اللہ کی طرف سے تمہارے لئے ایک معتبر پیغام لانے والا ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا مرا اجر تو سارے جہانوں کے پروردگار کے ذمہ ہے (جس کا میں رسول ہوں) کیا تم (ایسے بداطوار ہو کہ) اھل عالم میں سے لڑکوں پر مائل ہوتے ہو اور اپنی بیویوں کو جو اللہ نے تمہارے لئے بنائی ہیں ان کو چھوڑ رہے ہو حقیقت یہ ہے کہ (انسانیت کی) حد ہی سے نکل جانے والے لوگ

ہو۔وہ بولے اے لوطؑ اگر تم (اس نصیحت کرنے سے) باز نہ آؤ گے تو تم شہر سے نکال دیئے جاؤ گے۔لوطؑ نے فرمایا میں (بھی) تمہارے اعمال (کے سبب تم) سے بیزار ہوں۔

یعنی حضرت لوطؑ کی دعوت کا مذہبی پہلو ان امور پر مشتمل تھا۔

i۔ ایمان باللہ و ایمان بالرسالت

ii۔ اطاعت نبوی و تقویٰ

iii۔ اخلاق و معاملات کی اصلاح

حضرت لوطؑ کی دعوت کا سماجی و دنیوی پہلو:

(Social & Secular Aspect)

ارشاد ربانی ہے:۔

وَلُوْطًااِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ	اور لوطؑ کو (بھی ہم نے اسی طرح بھیجا) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم
اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَo اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ط بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَo وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّا اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ	(اس) بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جسے تم سے پہلے اہل جہاں میں سے کسی نے نہیں کیا تھا۔بے شک تم نفسانی خواہشوں کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو۔

اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ o (۷:۸۰۔۸۲)	بلکہ تم حد سے گزر جانے والے ہو اور ان کی قوم کا سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ وہ کہنے لگے ان کو بستی سے نکال دو بے شک یہ لوگ بڑے پاکیزگی کے طلبگار ہیں۔
وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَo اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاۗءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ o فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَo (۲۷:۵۴-۵۶)	اور لوطؑ نے جب اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو (کہ یہ کیسا گندا اور برا کام ہے) کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں پر للچا کر دوڑتے ہو درحقیقت تم لوگ بالکل جاہل ہو۔ لیکن ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ کہنے لگے کہ لوطؑ کے گھر والوں کو اپنے گھر سے نکال دو۔
وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَاسَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ oاَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَo فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ	اور لوطؑ نے جب (ان کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تو) اپنی قوم میں کہا تم (تو ایسی) بے حیائی کے کام کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی نے بھی دنیا والوں میں سے نہ کئے۔ (تم کو کیا ہوگیا ہے) کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور (آفرینش نسل کی) راہ منقطع کرتے

اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ o قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ o

(۲۹: ۲۸-۳۰)

ہو اور اپنی مجلسوں میں (علی الاعلان) برے کام کرتے ہو تو اس کا جواب ان کے پاس اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہہ اٹھے (اچھا) اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا قہر نازل کردو۔ (چنانچہ لوطؑ نے) عرض کی اے میرے رب ان مفسد (گندے اور مشرک) لوگوں کے خلاف میری مدد فرما۔

یعنی حضرت لوطؑ کی دعوت کا سماجی اور دنیوی پہلو ان امور پر مشتمل تھا:۔

i۔ فحاشی کی مذمت اور اسے ترک کرنا

ii۔ معاملات میں طہارت اختیار کرنا

iii۔ قوانین الٰہی سے تجاہل کی مذمت

iv۔ تقطیع سبیل (مسافروں کو تنگ کرنا) کی مذمت' اللہ کے فیصل کردہ راہ کو violate کرنے کی مذمت۔

v۔ مجلس میں بے حیائی کی مذمت

vi۔ فساد فی الارض کی ممانعت

قوم کا ردِ عمل:

حضرت لوطؑ کی دعوت اور اصلاحی جدوجہد کے باوجود قوم لوطؑ اپنی سرکشی پر قائم رہی۔ اور ہر موقع پر اپنی سرکشی کی روش کا مظاہرہ کرتی رہی ارشاد ربانی ہے:۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ o قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلاَ تَفْضَحُوْنِ o وَاتَّقُوْا اللهَ وَلاَ تُخْزَوْنِ o قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَکَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ o

(۱۵:۶۷۔۷۰)

اور اہل شہر (اپنی بدمستی میں) خوشیاں مناتے ہوئے (لوطؑ کے پاس) پہنچے۔ لوطؑ نے کہا بے شک یہ لوگ میرے مہمان ہیں۔ پس تم مجھے ان کے بارے میں شرمسار نہ کرو۔ اور اللہ (کے غضب) سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔ وہ بدمست لوگ بولے اے لوطؑ! کیا ہم نے تمہیں دنیا بھر کے لوگوں (کی حمایت) سے منع نہیں کیا تھا؟

یعنی یہ دعوت لوطؑ کی ہمہ گیریت تھی جسے قبول کرنے کا مقصود قوم لوطؑ کے لئے اپنی زندگی کو کلیتہً قانون الٰہی کے ماتحت کرنا تھا۔ سو اہل قوم نے کہا کہ اے لوطؑ تو ہمارے دنیاوی معاملات (علمین) میں دخل اندازی نہ کر! ان معاملات میں ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دے۔

تمنائے لوطؑ: ایک صالح نظام اور مثالی معاشرے کا قیام:

جب قوم لوطؑ کی سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ تو حضرت لوطؑ نے اس تمنا کا اظہار فرمایا جس کے لئے وہ مصروف جدوجہد رہے:۔

وَلَمَّا جَآءَ تْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ
بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ
هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌo وَجَآ ءَ هٗ قَوْمُهٗ
یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ.وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا
یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ط قَالَ یٰقَوْمِ
هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ
فَاتَّقُوا اللهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ
ضَیْفِیْ ط اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ
رَّشِیْدٌo قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَالَنَا
فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ وَ اِنَّكَ
لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ. قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ
بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ
شَدِیْدٍo

(۱۱:۷۷۔۸۰)

اور جب ہمارے فرستادہ فرشتے لوطؑ کے پاس آئے تو وہ ان کے آنے سے پریشان ہوئے اور ان کے باعث ان کی طاقت کمزور پڑی اور کہنے لگے یہ بہت سخت دن ہے۔ اور لوطؑ کی قوم (مہمانوں کی خبر سنتے ہی) ان کے پاس دوڑتی ہوئی آ گئی۔ اور وہ پہلے ہی برے کام کیا کرتے تھے۔ لوط نے کہا اے میری نافرمان قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے (بطریق نکاح) پاکیزہ و حلال ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں (اپنی بے حیائی کے باعث) مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی بھی نیک سیرت آدمی نہیں ہے۔ وہ بولے کہ تم خوب جانتے ہو کہ ہمیں تمہاری قوم کی بیٹوں سے کوئی غرض نہیں ہے اور تم یقیناً جانتے ہو جو کچھ ہم چاہتے ہیں۔ لوطؑ نے کہا کاش مجھ

میں تمہارے مقابلے کی ہمت ہوتی یا میں (آج) کسی مضبوط قلعہ میں پناہ لے سکتا۔

یعنی جب قوم لوطؑ کسی طور پر بھی اپنی بغاوت و سرکشی سے باز نہ آئی تو لوطؑ نے تمنا کی کہ کاش انہیں کفر، گمراہی، طغیان اور نراجی معاشرے (Anarchiac Society) میں کوئی رجل رشید، قوہ اور رکن شدید میسر ہوتا۔ جو اس وقت ہی ممکن ہے جب پیغمبرانہ دعوت کا دینی و دنیوی پہلو ایک عملی نظام میں ڈھل جائے۔

قوم لوطؑ کا انجام:

ارشاد ربانی ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ o مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍo

(۱۱:۸۲۔۸۳)

پھر جب ہمارا حکم عذاب آ پہنچا تو ہم نے (الٹ کر) اس بستی کے اوپر کے حصہ کو تباہ کر دیا اور ہم نے اس پر پتھر اور پکی ہوئی مٹی کے کنکر برسائے جو پے در پے گرتے رہے۔ جو آپ کے رب کی طرف سے نشان کئے ہوئے تھے۔ اور یہ (سنگریزوں کا عذاب) ظالموں سے اب بھی کچھ دور نہیں ہے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ oفَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ oاِنَّ فِيْ ذٰلِکَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ oوَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ oاِنَّ فِيْ ذٰلِکَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَo

(۱۵:۳ ۷۔۷۷)

پس انہیں طلوع آفتاب کے ساتھ ہی سخت آتش کڑک نے آلیا۔ سو ہم نے ان کی بستی کو زیر و زبر کردیا۔ اور ہم نے ان پر پتھر کی طرح سخت مٹی کے کنکر برسائے بے شک اس واقعہ میں اہل فراست کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور بے شک وہ بستی ایک آباد راستہ پر واقع ہے بے شک اس (واقعہ قوم لوط ؑ) میں اہل ایمان کے لئے نشانی (عبرت) ہے۔

یعنی قوم لوطؑ پر فرشتوں کے ذریعے سے نہ صرف ظاہری و باطنی عذاب مسلط کیا گیا بلکہ **جعلنا عالیھا سافلھا** کے مصداق اس قوم کے تمام تر عروج کو ابدی زوال سے بدل دیا گیا۔ اور اس واقعہ یعنی پیغمبرانہ دعوت سے انحراف اور انفرادی وقومی زندگی میں قوانین الٰہی سے بغاوت کے انجام کو آنے والی نسلوں کے لئے ایک نشانی بنادیا گیا کہ وہ اسے صرف ایک واقعہ ہی نہیں بلکہ سنت الٰہی کے تحت جاری ایک قانون حیات سمجھیں۔

www.MinhajBooks.com

تمنائے لوطؑ کی قبولیت:

ارشاد ربانی ہے:۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ o (۷۱:۲۱)

اور ہم نے ان (ابراہیمؑ) اور (ان کے بھتیجے) لوطؑ کو بھی (تباہی سے) بچا کر اس سرزمین کی طرف پہنچا دیا جس کو ہم نے دنیا جہان کے واسطے بابرکت بنایا ہے۔

وہ تمنا جو رکن شدید کی طلب کی صورت میں حضرت لوطؑ نے کی تھی انہیں اوران کے ساتھ اہل ایمان کو ''ارض مبارک''عطا کر کے پوری کر دی گئی۔ جو ایک لحاظ سے باغیوں کی تباہی کے قانون الٰہی کا دوسرا پہلو ہے۔ کہ اہل حق اور اطاعت شعار لوگ حیات دینوی میں کس طرح کامیاب و کامران اور فلاح یاب ہو سکتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا۔ تاہم سورۃ یوسف میں تفصیل کے ساتھ آپ کا تذکرہ بیان ہوا۔ اوراسے قرآن حکیم نے ''احسن القصص'' بھی قرار دیا۔ جس کی وجہ دیگر کئی حکمتوں کے علاوہ ایک یہ بھی ہے کہ اس سورۃ مبارکہ میں حضرت یوسفؑ کی ابتدائی حیات مبارکہ' دور ابتلاء اور پھر مسند اقتدار پر فائز ہونے کے مراحل کو بیان کیا گیا اوراس حقیقت کو ایک اصول کے طور پر بیان کر دیا گیا کہ تقویٰ اور صبر ہی وہ اسلحہ ہیں جو بندہ مومن کو قید خانہ سے مسند اقتدار تک لا سکتے ہیں۔ (۱۲:۹۰)

آپؑ کو منصب نبوت عطا کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَo

(۲۲:۱۲)

اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو حکومت اور علم سے نوازا اور ہم نے نیکوکاروں کو اسی طرح (ان کے اعمال صالح کا) بدلہ دیا کرتے ہیں۔

مذہبی پہلو(Religious Aspect)

حضرت یوسف علیہ السلام کی بعثت کے مذہبی پہلو کو قرآن حکیم نے یوں بیان کیا:۔

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِىْ رَبِّىْ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَoوَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ مَاكَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

(یوسفؑ نے اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھنے والے قیدخانے کے ساتھیوں سے) فرمایا کہ جو کھانا روز تمہارے لئے آتا ہے وہ آنے بھی نہ پائے گا کہ میں تم کو اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے بتا دوں گا۔ یہ ان علوم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائے۔ (چاہو تو تم بھی میرے رب پر ایمان لے آؤ اور گناہوں سے توبہ کرلو) میں نے تو ان لوگوں کا دین

لَا يَشْكُرُوْنَo يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُo مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِلَّا اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَo

(۱۲: ۳۷۔۴۰)

قبول نہیں کیا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ اور میں نے تو ان لوگوں کا دین قبول نہیں کیا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ اور میں نے تو اپنے باپ داداؤں کا یعنی ابراہیمؑ اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کا دین اختیار کر رکھا ہے۔ ہم کو کسی طرح یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم کسی شے کو خدا کے ساتھ شریک ٹھہرائیں۔ یہ خدا کا فضل ہے ہم پر بھی اور (ملت ابراہیمی کی وساطت سے) عام لوگوں پر بھی لیکن اکثر لوگ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے (کہ ملت ابراہیمی کی پیروی اختیار کریں)۔ اے میرے قید خانے کے رفیقو! کیا کئی جدا جدا معبود اچھے ہیں یا ایک یکتا و یگانہ زبرست اللہ۔ تم اللہ کو چھوڑ کر محض ان ناموں ہی کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں۔

ان آیات مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی بعثت کے مذہبی پہلو کی

درج ذیل تفصیلات ہمارے سامنے رکھی ہے۔

۱۔آپ نے اللہ تعالیٰ کی توحید کے منکرین کی ملت سے لاتعلقی کا اظہار فرمایا اور اپنے ساتھیوں کے سامنے اس بنیادی حقیقت کو رکھا کہ صرف ملت ابراہیمی ہی وہ طرز حیات ہے جس کی پیروی نہ صرف تمام انبیاء کرتے رہے بلکہ انسانیت کی فلاح بھی اسی ملت کی پیروی میں ہے۔

۲۔توحید کی برکات بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ توحید دراصل ان گنت معبود باطن کی نفی اور ایک واحد قہار رب کی اطاعت کا نام ہے۔

۳۔آپ نے نام نہاد معبودان باطل جن کی اطاعت کی کوئی معقول دلیل یا جواز نہیں اطاعت سے اجتناب کی تلقین فرمائی کہ یہی دین قیم ہے۔

دنیوی پہلو(Secular Aspect)

آپ نے عزیز مصر سے خزائن الارض کی تنظیم کا مطالبہ فرمایا کیونکہ یہ وہ بنیادی منصب تھا جس کے ساتھ عامۃ الناس کی بہبود اور مملکت کے مبنی بر انصاف انتظام کا انحصار ہے۔ارشاد ربانی ہے:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌo وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ فِیْ الْاَرْضِ یَتَبَوَّاُمِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ	یوسفؑ نے کہا (اے عزیز مصر) مجھے ملک کے خزانوں پر مامور کردیجئے (تا کہ میں عامۃ الناس کے لئے فلاحی معاشرہ تشکیل دے سکوں) کیونکہ میں دولت کی) حفاظت کرسکتا ہوں

وَلا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَo
(۵۶،۵۵:۱۲)

(اور اس کا صحیح مصرف بھی) خوب جانتا ہوں اور اس طرح ہم نے یوسفؑ کو ملک (مصر) میں جگہ دی کہ جہاں چاہتے قیام کرتے (اور جو چاہتے تصرف کرتے گویا وہی حکمران تھے) ہم اپنی رحمت جسے چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں اور بھلائی کرنے والوں کا بدلہ ہم ضائع نہیں کیا کرتے۔

حضرت شعیب علیہ السلام:

تمام انبیائے کرام کی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت بھی پوری زندگی پر محیط ایک جامع دعوت تھی جس کا مقصود پوری زندگی کو قانون الٰہی کا پابند کرنا تھا۔

دعوت شعیبؑ کا مذہبی پہلو (Religious Aspect)

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًاo فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُ وا اللهَ وَا رْجُوا الیَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَo
(۳۶:۲۹)

اور مدین (والوں) کی طرف ہم نے ان کے ہم وطن بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ پس انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اور آخرت کے دن کی امید رکھو اور زمین پر فساد مت پھیلاتے پھرو۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلاَ تَتَّقُوْنَ oاِنِّی لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ oفَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ o وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّاعَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o (۲۶:۱۷۷۔۱۸۰)	جب ان سے شعیبؑ نے کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے (کہ ناپ تول میں خرابی کر کے معاشرہ ہی بگاڑ دیا) میں تمہارے لئے ایک دیانتدار پیغمبر ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔ اور میں تم سے اس (خیر خواہی) کا کوئی بدلہ نہیں چاہتا میرے بدلہ تو سارے جہان کے پالنے والے کے ذمہ ہے۔
وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَیْهِ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ o (۱۱:۹۰)	اور تم اپنے رب سے مغفرت مانگو پھر اس کے حضور (صدق دل سے) توبہ کرو بے شک میرا رب نہایت مہربان محبت فرمانے والا ہے۔

دعوت شعیبؑ کا دنیوی پہلو (Secular Aspect)

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّ	اور ہم نے اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی

اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍo وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ هُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ o بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَo وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ o

(۱۱:۸۴ـ۸۶)

معبود نہیں ہے اور ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو بے شک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور میں تم پر ایسے درد کے عذاب کا خوف (محسوس) کرتا ہوں جو تمہیں گھیر لینے والا ہے۔ اور اے میری قوم تم ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورے کیا کرو ان لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور فساد کرنے والے بن کر ملک میں تباہی مت مچاتے پھرو۔ جو اللہ کے دیئے میں بچ رہے وہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا o قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗo قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ هُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي

اور مدین کی طرف ہم نے کے قومی بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کیا کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن

الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ط
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ o وَلاَ تَقْعُدُوْا بِكُلِّ
صِرَاطٍ تُوْعَدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ
وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا o وَاذْكُرُوْآ
اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلاً فَكَثَّرَكُمْ
وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُفْسِدِيْنَ o وَ اِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ
مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ
وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا
حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَهُوَ
خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ

(۷:۸۵۔۸۷)

دلیل آ چکی ہے۔ سو تم ناپ اور تول پورے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور زمین میں اس (ماحول حیات) کی اصلاح کے بعد فساد بپا نہ کیا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم (اس الوہی پیغام کو) ماننے والے ہو۔ اور تم ہر راستے پر اس لئے نہ بیٹھا کرو کہ تم ہر اس شخص کو جو (اس دعوت پر) ایمان لے آیا ہے خوفزدہ کرو اور اسے اللہ کی راہ سے روکو اور اس دعوت میں کجی تلاش کرو (تا کہ اسے دین حق سے برگشتہ اور متنفر کرسکو) اور (اللہ کا احسان) یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تمہیں عزت بخشی اور دیکھو فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ اور اگر تم میں سے کوئی ایک گروہ اس (دین) پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں ایمان لے آیا ہے اور دوسرا

گروہ ایمان نہیں لایا تو (اے ایمان والو!) صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

اَوْفُوا الْکَیْلَ وَلاَ تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسَرِیْنَ ۝ وَزِنُوْا بِالقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ ھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ. وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَ وَّلِیْنَ ۝

(۲۶:۱۸۱۔۱۸۴)

پیمانہ پورا بھر کر دیا کرو اور (خلق خدا کو) نقصان پہنچانے والوں میں شامل نہ ہو جاؤ۔ اور سیدھی ترازو رکھ کر تولا کرو (تاکہ تول میں بھی کمی نہ آنے پائے) اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور (لوگوں کے حقوق مار کر) ملک میں خرابی مت مچاتے پھرو۔ اور اس (اللہ) سے ڈرو جس نے تم کو اور تم سے قبل ساری خلقت کو پیدا کیا۔

قوم شعیبؑ کا ردعمل:

حضرت شعیبؑ کی قوم نے آپ کی دعوت کو قبول کرنے اور اپنے حالات کو سنوارنے کے بجائے آپ کی ذات، دعوت اور متبعین کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دیا:

قَالُوْآ اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ

وہ بولے تم پر تو کسی نے (سخت) جادو کر دیا ہے کہ ایسی باتیں کر رہے ہو)

مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَo فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا کِسَفًا مِّنْ السَّمَآءِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَo

(۱۸۷۔۱۸۵:۲۶)

اور (آخر) تم بھی تو ہماری طرح ایک آدمی ہو اور ہمارے خیال میں تو تم جھوٹے ہو۔ بہرحال اگر تم اپنے دعوی نبوت میں سچے ہو تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دو (کہ ہم سب ہلاک ہو جائیں)

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَائُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْ اَمْوَالِنَا مَانَشٰٓؤُاo اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُo قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَ یْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ مِنْہُ رِزْقًا حَسَنًا وَ مَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْہُ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَ مَاتَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْہِ اُنِیْبُo وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِ مَنَّکُمْ شِقَاقِیْ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْقَوْمَ ھُوْدًا

وہ بولے اے شعیبؑ! کیا تمہاری نماز تمہیں یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان (معبودوں) کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں یا یہ کہ ہم جو کچھ اپنے اموال کے بارے میں چاہیں نہ کریں بے شک (تم ہی) ایک بڑے تحمل والے ہدایت یافتہ (رہ گئے) ہو۔ شعیبؑ نے کہا اے میری قوم ذرا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی بارگاہ سے عمدہ رزق (بھی) عطا فرمایا۔ (تو پھر حق کی تبلیغ کیوں نہ کروں) اور میں یہ (بھی) نہیں چاہتا کہ تمہارے پیچھے لگ کر

وْ قَوْمَ صٰلِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍo

(۱۱:۸۷_۸۹)

(حق کے خلافؒ) خود وہی کچھ کرنے لگوں جس سے میں تمہیں منع کر رہا ہوں۔ میں تو جہاں تک مجھ سے ہوسکتا ہے (تمہاری) اصلاح ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ ہی (کی مدد) سے ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اے میری قوم مجھ سے دشمنی ومخالفت تمہیں یہاں تک نہ ابھار دے کہ جس کے باعث تم پر وہ (عذاب) آ پہنچے جیسا (عذاب) قوم نوحؑ یا قوم ھودؑ یا قوم صالحؑ کو پہنچا تھا اور قوم لوطؑ کا زمانہ تو تم سے کچھ دور نہیں (گزرا)۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰلكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍo قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللهِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا اِنَّ

وہ بولے اے شعیبؑ! تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تمہیں اپنے معاشرے میں ایک کمزور شخص جانتے ہیں۔ اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے۔ اور (ہمیں اسی کا لحاظ ہے

رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
مُحِیْطٌ o وَیٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی
مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ سَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ o مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ
یُّخْزِیْهِ وَمَنْ هُوَ کَاذِبٌ وَارْتَقِبُوْا
اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ o

(۱۱:۹۱۔۹۳)

ورنہ) تم ہماری نگاہ میں کوئی عزت والے نہیں ہو۔ شعیبؑ نے کہا اے میری قوم کیا میرا کنبہ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ معزز ہے اور تم نے اسے (گویا) پس پشت ڈال رکھا ہے۔ بے شک میرا رب تمہارے سب کاموں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور اے میری قوم تم اپنی جگہ کام کرتے رہو میں اپنا کام کر رہا ہوں تم عنقریب جان جاؤ گے کہ کس پر وہ عذاب آ پہنچتا ہے جو رسوا کر ڈالے گا اور کون ہے جو جھوٹا ہے اور تم بھی انتظار کرتے رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ
قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّکَ یٰشُعَیْبُ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَکَ مِنْ قَرْیَتِنَآ
اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَلَوْ کُنَّا
کٰرِهِیْنَ o قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَی اللهِ
کَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِکُمْ بَعْدَ اِذْ

اور ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے جو سرکش و متکبر تھے کہا اے شعیبؑ! ہم تمہیں اور ان لوگوں کو جو تمہاری معیت میں ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے بہر صورت نکال دیں گے یا تمہیں ضرور اس مذہب میں

نَجّٰنَا اللّٰہُ مِنْھَا وَمَا یَکُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُو فِیْھَااِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًاo عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ oوَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِه لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّکُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَo

(۷:۸۸۔۹۰)

پلٹ آنا ہوگا انہوں نے (جواباً) کہا اگرچہ ہم تمہارے مذہب میں پلٹنے سے بیزار ہی ہوں؟ بے شک ہم اللہ پر جھوٹ و بہتان باندھیں گے اگر ہم تمہارے مذہب میں اس امر کے بعد پلٹ جائیں کہ اس نے ہمیں اس سے بچالیا ہے اور ہمارے لئے ہرگز (مناسب) نہیں کہ ہم اس (مذہب) میں پلٹ جائیں مگر یہ کہ اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے ہمارا رب از روئے علم ہر چیز پر محیط ہے۔ ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کرلیا ہے

اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری مخالف (قوم) کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے۔ اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے اور ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے جو کفر و انکار کے مرتکب ہورہے تھے کہا اے لوگو! اگر تم نے شعیبؑ کی پیروی کی تو اس وقت تم یقیناً نقصان اٹھانے والے ہوجاؤ گے۔

قومِ شعیبؑ کا انجام:

جب قومِ شعیبؑ کسی طور پر بھی اپنے نبی کی دعوت کی طرف راغب نہ ہوئی اور اپنی زندگی کو باغیانہ وسرکش روش پر ہی جاری رکھا تو وہ انجام کار اپنے منطقی انجام سے دوچار ہوگئی:۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ o الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ o فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ o

(۷:۹۱-۹۳)

پس انہیں شدید زلزلہ (کے عذاب) نے آ پکڑا سو وہ (ہلاک ہوکر) صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ جن لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا (وہ ایسے نیست و نابود ہوئے) گویا وہ اس (بستی) میں (کبھی) رہتے ہی نہ تھے۔ جن لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا (حقیقت میں) وہی نقصان اٹھانے والے ہوگئے۔ تب (شعیبؑ) ان سے کنارہ کش ہوگئے اور کہنے لگے اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہیں نصیحت (بھی) کردی تھی پھر میں کافر قوم (کے تباہ ہونے) پر افسوس کیوں کروں؟

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ٥ (۱۱:۹۴۔۹۵)

اور جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے شعیبؑ کو اور ان کی ساتھ ایمان والوں کو اپنی رحمت کے باعث بچالیا اور ظالموں کو خوفناک عذاب نے آ پکڑا۔ سو انہوں نے صبح اس حال میں کی کہ اپنے گھروں میں مردہ حالت میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ گویا وہ ان میں کبھی بستے ہی نہ تھے۔ سنو اہل مدین کے لئے ہلاکت ہے جیسے قوم ثمود ہلاک ہوئی تھی۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ٥ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ٥ (۲۶:۱۸۹۔۱۹۱)

انہوں نے اس کو جھٹلایا آخر ان کو سائبان والے عذاب نے آ پکڑا۔ بے شک وہ بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا بے شک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے اور بے شک آپ کا رب بڑی قوت والا اور رحم والا ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ٥ (۲۹:۳۷)

پھر ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا تو ان کو ایک زلزلے نے آ پکڑا پس صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

تاریخ انبیاء میں حضرت موسیٰؑ اس لحاظ سے ممتاز مقام کے حامل ہیں کہ آپ کے معرکہ حق و باطل کو قرآن حکیم نے تمام انبیاء کے تذکرے سے زیادہ بیان کیا ہے۔ فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ آپ کی معرکہ آرائی کی تفصیلات کے مختلف پہلوؤں کو قرآن مجید نے مختلف مقامات پر بیان کیا ہے' جو آپ کی دعوت کی جامعیت' جدوجہد کی نوعیت اور اس کے نتائج کو بیان کرتا ہے۔ قرآن حکیم کی بیان کردہ تفصیلات نہ صرف موسوی جدوجہد کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرتی ہیں بلکہ انبیاء کرامؑ کے اس کردار کو بھی واضح کرتی ہیں کہ بعثت انبیاءؑ کا بنیادی مقصد زندگی کے جملہ پہلوؤں کو قانون الٰہی کا پابند بنانا ہے۔ اور اس تناظر میں یہاں دین و دنیا کی تفریق کا کوئی تصور متصور نہیں۔ بلکہ دونوں کی فلاح باہم لازم وملزوم ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کی بعثت و دعوت:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ وَ مَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ ۝ (۱۱:۹۶۔۹۷)

اور بے شک ہم نے موسیٰؑ کو (بھی) اپنی نشانیوں اور روشن برھان کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور اس کے (درباری) سرداروں کے پاس تو (قوم کے) سرداروں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا حکم درست نہ تھا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسىٰ بِاٰيٰتِنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَائِه فَظَلَمُوْا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَo وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَo حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللهِ اِلَّا الْحَقَّ. قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِىَ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَo (۷:۱۰۳۔۱۰۵)	پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے (درباری) سرداروں کے پاس بھیجا۔ تو انہوں نے ان (دلائل و معجزات) کے ساتھ ظلم کیا پھر آپ دیکھئے کہ فساد پھیلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ اور موسیٰؑ نے کہا اے فرعون! بے شک میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (آیا) ہوں۔ مجھے یہی زیب دیتا ہے کہ اللہ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہوں۔ بے شک میں تمہارے رب (کی جانب) سے تمہارے پاس واضح نشانی لایا ہوں۔ سوتو بنی اسرائیل کو (اپنی غلامی سے آزاد کر کے) میرے ساتھ بھیج دے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جہاں ایک طرف فرعون کو توحید کی دعوت دی اور اسے اپنی فرعونی روش کے انجام سے متنبہ کیا وہاں اپنی قوم کو بھی دنیوی واخروی فلاح کا پیغام دیا:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِه يٰقَوْمِ	اور (وہ وقت بھی یاد کریں) جب

اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّ اٰتٰكُمْ مَّالَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ o يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ o

(۵:۲۰۔۲۱)

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم اپنے اوپر (کیا گیا) اللہ کا وہ انعام یاد کرو جب اس نے تم میں انبیاء پیدا فرمائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو (تمھارے زمانے میں) تمام جہانوں میں سے کسی کو نہیں دیا تھا۔ اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے۔ اور اپنی پشت پر (پیچھے) نہ پلٹنا ورنہ تم نقصان اٹھانے والے بن کر پلٹو گے۔

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ o يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ o

(۷:۱۲۸)

موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا تم اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور انجام خیر پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔

اپنی قوم کو فرعونی مظالم سے نجات دلانے اور موسوی نظام کو عملاً بپا کرنے کے لیے آپ نے حکم الٰہی کے تحت اجتماع کو اختیار فرمایا:

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسىٰ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرْكًا وَّلَا تَخْشٰى○ (۲۰:۷۷)

اور ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ۔ پس ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ بنالیا۔ تم کو نہ فرعون کے آ پکڑنے کا خوف ہوگا اور نہ ڈوبنے کا ڈر۔

فرعون اور اس کی قوم کا ردعمل:

فرعون نے جب حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو اپنے اقتدار اور نظام کے لئے خطرہ محسوس کیا تو اس نے نہ صرف حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو ہدف تنقید بنایا بلکہ اپنے سرداروں کو اس امر پر اکسایا کہ حضرت موسیٰؑ انہیں ملک بدر کر کے ان کے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہیں:۔

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ○فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ○وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ○قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ○يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِنْ

اس (فرعون) نے کہا اگر تم کوئی نشانی لاتے ہو تو اسے (سامنے) لاؤ اگر تم سچے ہو۔ پس موسیٰؑ نے اپنا عصا (نیچے) ڈال دیا تو اسی وقت صریحاً اژدھا بن گیا۔ اور اپنا ہاتھ (گریبان میں ڈال کر) نکالا تو وہ بھی اسی وقت دیکھنے والوں کے لئے (چمکدار) سفید ہوگیا۔ قوم فرعون کے سردار

اَرْضِکُمْ فَمَا ذَا تَاْمُرُوْنَo

(۷:۱۰۶۔۱۱۰)

بولے بے شک یہ تو کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے لوگو! یہ تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے سو تم کیا مشورہ دیتے ہو؟

وَقَالَ الْمَلأُمِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسیٰ وَ قَوْمِهٖ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ یَذَرَکَ وَاٰلِهَتَکَ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَ هُمْ وَ نَسْتَحْیٖ نِسَآءَ هُمْ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَo

(۷:۱۲۷)

اور قوم فرعون کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی (انقلاب پسند) قوم کو چھوڑ دے گا کہ وہ ملک میں فساد پھیلائیں اور (پھر کہا) وہ تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں گے؟ اس نے کہا (نہیں) اب ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر دیں گے (تا کہ ان کی مردانہ افرادی قوت ختم ہو جائے) اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے (تا کہ ان سے زیادتی کی جا سکے) اور بے شک ہم ان پر غالب ہیں۔

فرعون سے معرکہ آرائی:

حضرت موسیٰؑ کی دعوت کے فروغ کو روکنے اور اپنی مملکت و نظام کو تحفظ دینے کے لئے فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے براہ راست معرکہ آرائی شروع کر دی:۔

قَالُوْا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِی
الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ o یَاْتُوْکَ
بِکُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ o وَجَآءَ
السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْآ اِنَّ لَنَا
لَاَجْرًا اِنْ کُنَّا نَحْنُ
الْغٰلِبِیْنَ o قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّکُمْ لَمِنَ
الْمُقَرَّبِیْنَ o قَالُوْا یٰمُوْسٰی اِمَّا اَنْ
تُلْقِیَ وَاِمَّآ اَنْ نَّکُوْنَ نَحْنُ
الْمُلْقِیْنَ o قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّا اَلْقَوْا
سَحَرُ وَآ اَعْیُنَ النَّاسِ وَ
اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَاءُ وْ بِسِحْرٍ
عَظِیْمٍ o وَ اَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰی اَنْ
اَلْقِ عَصَاکَ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا
یَاْفِکُوْنَ o فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا
کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ o فَغُلِبُوْا هُنَالِکَ
وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ o

(۷:۱۱۳۔۱۱۹)

انہوں نے کہا (ابھی) اس کے اور اس کے بھائی (کے معاملہ) کو موخر کردو اور مختلف گھروں میں جادوگروں کو جمع کرنے والے افراد بھیج دو۔ وہ تمہارے پاس ہر ہر جادوگر کو لے کر آئیں۔ اور جادوگر فرعون کے پاس آئے تو انہوں نے کہا یقیناً ہمارے لئے کچھ اجرت ہونی چاہیے بشرطیکہ ہم غالب آجائیں فرعون نے کہا ہاں اور بے شک (عام اجرت تو کیا اس صورت میں) تم (میرے دربار کی) قربت والوں میں سے ہوجاگے۔ان جادوگروں نے کہا اے موسیٰؑ یا تو (اپنی چیز) آپ ڈال دیں یا ہم ہی پہلے ڈالنے والے ہوجائیں۔ موسیٰؑ نے کہا تم ہی پہلے ڈال دو پھر جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو زمین پر ڈالا تو (انہوں نے) لوگوں کی آنکھوں پر جادو کردیا اور انہیں ڈرادیا اور وہ زبردست جادو لے

آئے اور ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ اپنا عصا زمین پر ڈال دیں۔ تو وہ فوراً ان چیزوں کو نگلنے لگا جو انہوں نے فریب کاری سے وضع کر رکھی تھیں۔ پس حق ثابت ہوگیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے (سب) باطل ہوگیا سو وہ (فرعونی نمائندے) اس جگہ مغلوب ہوگئے۔ اور ذلیل ہوکر پلٹ گئے

قَالُوْٓا اِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ○ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا وَ قَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ○

(٢٠:٦٣۔٦٤)

بولے بے شک یہ دونوں جادوگر ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو سے تم کو تمہارے ملک سے نکال دیں اور تمہاری اچھی خاصی روایات (تہذیب) نیست و نابود کردیں۔ پس اپنی جملہ تدابیر مکمل کرلو پھر قطار باندھ کر آؤ۔ اور آج وہی کامیاب ہے۔ جو غالب آئے۔

فرعون اور اس کی قوم کا انجام

حضرت موسیٰؑ کی دعوت کے رد و قبول سے مرتب ہونے والے نتائج نے نہ صرف پیغمبرانہ دعوت کی نتیجہ خیزی کو واضح کر دیا بلکہ اس تاریخی حقیقت کو بھی واضح کر دیا

کہ فلاح قانون الٰہی کی پابندی سے ہی ممکن ہے۔قوم فرعون کے انجام کو قرآن حکیم نے جو بیان کیا:۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَo

(۷:۱۳۶)

پھر ہم نے ان سے (بالآخر تمام نافرمانیوں اور بدعہدیوں کا) بدلہ لے لیا اور ہم نے انہیں دریا میں غرق کر دیا اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کی (پے در پے) تکذیب کی تھی۔اور وہ ان سے (بالکل) غافل تھے۔

جبکہ حضرت موسیٰؑ کے متبعین ہی قوم فرعون کے مقابلے میں فلاح یاب ہوئے:۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَo

(۷:۱۳۷)

اور ہم نے اسی قوم (بنی اسرائیل) کو جو کمزور اور استحصال زدہ تھی اس سرزمین کے مشرق و مغرب (مصر اور شام) کا وارث بنایا۔جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور (یوں) بنی اسرائیل کے حق میں آپ کے رب کا نیک وعدہ پورا ہو گیا۔اس وجہ سے کہ انہوں نے (فرعون کے مظالم پر) صبر کیا تھا۔اور ہم نے (عالیشان محلاتؑ) کو تباہ و برباد کر دیا

جو فرعون اور اس کی قوم نے بنا رکھے تھے۔ اور ان چٹانیوں (اور باغات) کو بھی جنہیں وہ بلندیوں پر چڑھاتے تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام کی بعثت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:۔

وَ اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَo اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِo فَسَاهَمَ فَکَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَo فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِیْمٌ فَلَوْلَا اَنَّهٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَo لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَo

(۳۷:۱۳۹۔۱۴۴)

اور بے شک یونس (بھی) ہمارے رسولوں میں سے تھے۔ جب وہ بھاگ کر (ایک) بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔ پھر قرعہ ڈالا (گیا) تو یہی ملزم ٹھہرے۔ پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ نادم تھے۔ پس اگر وہ اس (ذات پاک) کو بہت یاد کرنے والے نہ ہوتے تو وہ اس (مچھلی) کے پیٹ میں اس دن تک رہتے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے (یعنی قیامت تک)۔

قرآن حکیم میں مذکورہ تمام انبیاء کرامؑ میں سے حضرت یونس علیہ السلام اس لحاظ سے ایک امتیازی خصوصیت کے حامل ہیں کہ آپؑ کے اپنی قوم کے رویہ سے دل برداشتہ ہوکر اس سے قبل از حکم ربانی علیحدگی اختیار کر لینے کو اور اس کے مابعد اثرات کو قرآن حکیم

نے خصوصی طور پر بیان کیا ہے۔ جب آپؑ نے اپنی قوم سے کبیدہ خاطر ہوکر علیحدگی کا فیصلہ کیا تو مختلف حالات وواقعات سے گزرنے کے بعد (جو تفاسیر میں بتفصیل مذکور ہیں) انجام کار آپ کو مچھلی نے نگل لیا۔ جہاں قرآن حکیم کے الفاظ کے مطابق ''تسبیح'' آپ کی نجات کی سبیل ثابت ہوئی۔ ''تسبیح'' کے ذریعے آپؑ کو کس طرح مچھلی کے پیٹ سے نکلنا نصیب ہوا' اسے دوسرے مقام پر قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے:۔

وَ ذالنُّوْنَ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّى كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ o فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ o

(۲۱:۸۷'۸۸)

اور مچھلی والے (پیغمبر یونسؑ کا واقعہ یاد کیجئے) جب وہ (اللہ کے حکم کا انتظار کئے بغیر) ناراض ہوکر (بستی سے) نکل کھڑے ہوئے۔ اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر تنگی نہ کریں (آخر مچھلی کے پیٹ میں جس نے آپ کو نگل لیا تھا آپ کو احساس ہوا کہ میں نے بستی چھوڑنے میں جلدی کی) پھر (مچھلی کے پیٹ کی) ان تاریکیوں میں اللہ سے التجا کی کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی (تمام نقائص سے) پاک ہے (اور) میں قصوروار لوگوں میں سے تھا۔ پس ہم نے ان کی فریاد سن لی اور ہم نے ان کو اس غم سے نجات دی اور (ہماری یہ سنت آج تک قائم رہی ہے) ہم ایمان

والوں کو یوں ہی نجات دیا کرتے

ہیں۔

ان آیات کریمہ میں بیان کردہ درج ذیل امور خصوصی طور پر قابل غور ہیں:۔

ا۔ حضرت یونسؑ کا اپنی قوم کے رویہ سے نالاں ہوکر ترک وطن اوراس قوم سے علیحدگی کو اللہ تعالیٰ نے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ "**فظن ان لن نقدر علیه**" کے الفاظ سے اس کیفیت کو بھی بیان کردیا جس کے تحت حضرت یونس علیہ السلام نے ترک وطن کا ارادہ فرمایا تھا۔گویا انسانیت کی اصلاح کا کام اللہ تعالیٰ کے حضور اتنی زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ کمال مشکلات کے ہوتے ہوئے بھی اسے ترک نہ کرنا ہی حصول رضائے الٰہی کا باعث ہےاوراس سے روگردانی غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔اوراس الوہی اصول سے انبیاء کرامؑ جیسی جلیل القدر ہستیوں کو بھی مستثنیٰ نہیں رکھا گیا۔اس بنیادی حقیقت کو امت مسلمہ کے لئے بھی ایک قانون اوراصول کی شکل میں یوں بیان کیا گیا:۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَ هُوَ مَكْظُوْمٌ ۝ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ مَذْمُوْمٌ ۝ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (۶۸:۴۸۔۵۰)	پس آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے اور مچھلی (کے پیٹ میں جانے) والے (یونسؑ) کی طرح نہ ہوجایئے (جو گھبراہٹ کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے اور) جب انہوں نے (اپنے رب کو) پکارا (اور بلا انتظار حکم روانہ ہوگئے) اس حال میں کہ وہ (غم وغصہ

سے) گھٹ رہے تھے۔ اگر ان کے
رب کی رحمت ان کی دستگیری نہ کرتی تو
وہ چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے
اور ان کا حال برا ہوتا۔ پھر ان کو ان
کے رب نے (اپنی عنایات خاص کے
لئے) منتخب فرمایا اور ان کو (اپنے
برگزیدہ) نیک بندوں میں (شامل)
رکھا۔

۲۔ حضرت یونس علیہ السلام کی وہ دعا جو قرآن حکیم کے الفاظ (۳۷:۱۴۴) میں مچھلی کے پیٹ کی تاریکیوں اور قید سے ان کی رہائی کا سبب بنی اپنے نفس مضمون کے لحاظ سے قابل غور ہے۔ اس میں حضرت یونسؑ نے دو الوہی صفات کا تذکرہ کیا اور اس کے ساتھ ہی اپنے ایک وصف کو بیان کیا:

الف۔ آپ نے رب ذوالجلال کے حضور التجا کرتے ہوئے رب ذوالجلال کے ''معبود مطلق'' ہونے اور ذات باری تعالیٰ کے ''سبحان'' ہونے کا اقرار و اظہار فرمایا جو آپ کی عبودیت اور بارگاہ رب العزت کے ساتھ آپ کے تعلق بندگی کو بیان کرتا ہے۔

ب۔ اس کے ساتھ ہی آپؑ نے اپنے ''من الظلمین'' ہونے کا اعتراف فرمایا اگر آپ کے ان الفاظ پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت الم نشرح ہوتی ہے کہ ایک پیغمبر کی ذات سے کسی طرح کے ظلم کا صدور کس طرح ممکن ہوسکتا ہے۔ اور وہ ظلم جو آپ کو بطن حوت تک لے آنے کا سبب بنا اور جس کے نتیجہ میں آپؑ خود کو بھی ''من الظلمین'' قرار دے رہے ہیں پھر فقط ایک ہی امر تھا اور وہ تھا آپ کا اپنی قوم کے اصلاح احوال سے قوم کے منفی رویہ کے سبب قطع تعلق کر کے ان سے علیحدگی اختیار کر لینا۔ گویا آپؑ کا بارگاہ

رب العزت میں اظہار توبہ اور پھر قوم کے اصلاح احوال کی طرف لوٹ آنے کے عزم و ارادہ کو بارگاہ رب العزت میں اتنی شرف وقبولیت سے نواز اگیا کہ آپ کو نہ صرف بطن حوت کی قید سے رہائی عطا ہوگئی بلکہ جب آپ اپنی قوم کی طرف دوبارہ لوٹے تو انہیں بھی دینی اور دنیوی فلاح عطا ہوئی ۔ارشاد ربانی ہے:۔

وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ o فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ o (۳۷:۱۴۷،۱۴۸)	اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے کچھ زائد لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ پس (جب ان کی قوم کے لوگ آثار عذاب دیکھ کر) ایمان لے آئے تو (ہم نے بھی ان پر سے عذاب ٹال دیا) ہم نے ان کو (دنیا میں) ایک وقت (مقرر) تک (زندہ رکھا اور دنیا کی متاع سے فائدہ اٹھانے دیا۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے آخری الفاظ "فمتعنھم الی حین"
اس حقیقت کو بیان کر رہے ہیں کہ حضرت یونسؑ کی قوم کو آپؑ کی اطاعت اختیار کر لینے پر دین و دنیا کی فلاح سے نواز اگیا جو آپؐ کے مقصد بعثت کی اسی جامعیت کو بیان کر رہا ہے جو تمام انبیائے کرام کے مقصد بعثت میں موجود ہے۔ پھر اسے ایک الوھی ضابطے اور قانون کے طور پر بایں طور بیان کیا گیا:۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ	پس کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ

اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّا اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍo

(۹۸:۱۰)

(عذاب خداوندی کو دیکھ کر) ایمان لاتی، پھر اس کا ایمان لانا اسے نفع دیتا۔ سوائے قوم یونسؑ کے کہ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان پر سے دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب اٹھالیا (جو ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا) اور ایک (خاص) مدت تک ان کو (دنیاوی زندگی کے فیوض و برکات اور راحت و آرام سے) مستفید کیا۔

یعنی اگر اب بھی کوئی قوم اطاعت نبوی کی طرف رجوع اختیار کرے گی تو نہ صرف اسے اخروی فلاح نصیب ہوگی بلکہ ''عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا'' سے بھی نجات عطا کرکے اسے فلاح اور عروج و تمکنت سے نوازا جائے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام:

حضرت داؤد علیہ السلام کا شمار ان انبیاء کرام میں ہوتا ہے جنہیں نبوت کے منصب جلیلہ کے ساتھ ساتھ ظاہری حکومت بھی عطا کی گئی آپ کی حیات مبارکہ دونوں میادین حیات یعنی مذہبی اور دنیاوی دونوں حوالوں سے رہنما اصولوں کا مرقع ہے۔

مذہبی پہلو: (Religious Aspect)

وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًاo وَ رُسُلًا قَدْ

اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ اور

قَصَصْنٰھُمْ عَلَيْکَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْھُمْ عَلَيْکَ وَكَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًاo (۱۶۳،۱۶۴:۴)

(جیسے ہم نے دوسرے) پیغمبروں پر جن کے احوال ہم آپ کو اس سے پہلے سنا چکے ہیں اور ان پیغمبروں پر جن کے احوال ہم نے اب تک آپ کو نہیں سنائے (انعام کیا) اور اللہ نے موسیٰ سے (تو) کلام بھی فرمایا۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُo (۱۳:۳۴)

اے داؤد کے گھر والو! میرا شکر ادا کرو (سراپا اطاعت بن کر) اور میرے بندوں میں (میری عنایات و احسانات پر) شکر ادا کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔

دنیوی پہلو: (Secular Aspect)

وہ مقصد بعثت جسے لیکر حضرت داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے یعنی توحید الٰہی کے پیغام کی تبلیغ اور حدود الٰہی کا قیام' اس کے لئے آپ نے اپنے دور کے جابر اور مستبد حکمران جو احکامات الٰہی کا باغی اور کفر و طاغوت کا علمبردار تھا' کے خلاف علم جہاد بھی بلند کیا۔ قرآن حکیم آپ کے اس معرکہ حق و باطل کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

فَهَزَمُوْھُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ

پھر مومنوں نے ان کو اللہ کے حکم سے شکست دی (اور وہ بھاگ کھڑے

وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَo

(۲:۲۵۱)

ہوئے) اور داؤد نے جالوت کو مار ڈالا۔اور اللہ نے داؤد کوسلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور جو مناسب سمجھا اسے سکھایا۔(حکومت و سیاست کے علوم جو حق کی حفاظت کرنے اور حق کو بلند کرنے میں معاون تھے عطا کئے کہ یہی ان کی دعا بھی تھی)اور اگر اللہ ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین پر فساد برپا ہوجاتا۔(بغاوت پھیل جاتی' ملک تباہ و برباد ہوجاتے) لیکن اللہ جہان والوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔(کہ وہ اپنے بندوں کے ذریعے استیصال فساد و فتنہ فرماتا رہتا ہے)

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف حضرت داؤد علیہ السلام کی اپنے دور کے طاغوتی حکمران کے خلاف جدوجہد کو بیان کیا بلکہ اس معرکہ حق و باطل کی حکمت کو بھی بیان کیا۔اس امر کو رب ذوالجلال نے اپنی سنت کے طور پر بیان فرمایا کہ اہل حق اور اہل باطل کے درمیان معرکے بپا ہوتے رہیں گے کیونکہ اس طرح ہی اہل باطل و طاغوت کی بیخ کنی ہوگی۔اگر اللہ تعالیٰ اہل باطل کا اہل حق سے تصادم کروا کر ان کا قلع قمع نہ فرماتا رہے تو زمین فساد اور فتنہ کا مرکز بن جائے اور اہل حق کیلئے کفر و طاغوت کی طرف سے زمین تنگ کردی جائے۔اس عالمگیر فتنے کے تدارک کی واحد سبیل یہ ہے کہ

اہل حق باطل و طاغوت کے خلاف آمادہ جہاد رہے اور کبھی بھی کوتاہی اور سستی کا شکار نہ ہوں۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلاً يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَo اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِى السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌo

(۳۴:۱۰،۱۱)

اور ہم نے داود کو اپنی طرف سے (مخصوص) بڑائی بخشی تھی (یعنی نبوت کے ساتھ ساتھ غیر معمولی سلطنت بھی عطا کی تھی) اے پہاڑو! تم ان کے ساتھ خوش آوازی سے (زبور یا تسبیح) پڑھو اور پرندو تم بھی۔ اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کردیا تھا۔ کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور (اس کی) کڑیاں مناسب انداز سے جوڑو۔ اور نیک عمل کرو کہ جو کچھ تم کرتے ہو میں اسے دیکھ رہا ہوں۔

رب ذوالجلال نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکومت عطا کرنے کو اپنی نعمت کے طور پر بیان کیا اور یہ بھی کہ انبیاء کرامؑ کو اقتدار کے ساتھ حکمت بھی عطا کی گئی کہ ان کا اقتدار دراصل الوہی اقدار کے قیام کا ایک ذریعہ تھا:

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِo

(۳۸:۲۰)

اور ہم نے ان کی حکومت کو بڑا استحکام دیا اور ان کو حکمت اور قول فیصل (کا سلیقہ) سکھایا (کہ سننے والا خود ہی ان کے انصاف کا قائل ہوجائے)

يٰدَاوُدَ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّکَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِo

(۳۸:۲۶)

اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر (اپنا) نائب بنایا ہے پس تم لوگوں میں انصاف کے ساتھ حکومت کیا کرو۔ اور اپنی خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ کہیں وہ تم کو اللہ کی راہ سے بہکا نہ دے۔ بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بہک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے روز حساب کو بھلا دیا ہے۔

اس آیت مبارکہ سے یہ حقیقت ھویدا ہوتی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکمرانی عطا کرنے کا مقصود ہی یہ تھا کہ دنیا میں حدود الٰہی کا قیام عملاً ممکن ہو سکے۔ اور انسانی معاشرہ عدل و انصاف کا عملی مظہر بنے۔ جہاں قانون الٰہی کی حکمرانی ہو نہ کہ ہوائے نفس اور اللہ کے باغی لوگوں کی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام سے مملکت اسلامیہ کے سربراہ کا منصب ان کے نائب کے طور پر حاصل کیا۔ اور آپ کو نبوت کے منصب جلیلہ پر بھی فائز کیا گیا۔

مذہبی پہلو: (Religious Aspect)

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌo	اور (جس طرح ہم نے داؤد کو اپنا نائب بنایا تھا اور نبوت دی تھی اسی طرح) ہم نے داؤد کو سلیمان (جیسا بیٹا) دیا جو نہایت خوب بندہ تھا۔ اور بے شک وہ (بھی ہماری طرف) رجوع کرنے والا تھا۔
(۳۸:۳۰)	

اسی طرح آپ کے اس منصب کو دیگر انبیائے کرامؑ کے ساتھ بیان کیا گیا:۔

كُلًّا هَدَيْنَا وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَo	سب (انبیاء کرامؑ) کو ہم نے ہدایت سے نوازا۔ اور ان سے قبل نوحؑ کو ہم نے ہدایت دی۔ اور ہم نے ان کی (یعنی ابراہیمؑ کی) اولاد میں داؤدؑ کو اور سلیمانؑ کو اور ایوبؑ کو اور یوسفؑ کو اور موسیٰؑ کو اور ہارونؑ کو بھی (اپنی ایک ایک صفت خاص کا مظہر بنایا اور ہدایت سے سرفراز کیا) اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔
(۶:۸۵)	

دنیوی پہلو: (Secular Aspect)

اگرچہ نبوت کے ساتھ حکمرانی بھی آپ کو عطا کر دی گئی تھی مگر آپ نے اپنی ایک دعا میں بھی رب کائنات کے حضور التجا کی کہ آپ کو ایسی بے مثال سلطنت عطا کی

جائے جو کسی اور کو نہ ملی ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ o (۳۸:۳۵)

(سلیمانؑ نے) عرض کی! اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے علاوہ (میرے زمانہ میں) کسی کو میسر نہ ہو۔ بے شک تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ o (۱۵:۲۷)

اور بے شک ہم نے داؤدؑ اور (ان کے بیٹوں میں سے ان کے جانشین) سلیمانؑ کو ایک علم (خاص) عطا فرمایا اور وہ دونوں (بھی شکر گزار رہے) کہا کرتے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے مومن بندوں میں فضیلت دی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح منصب قضا بھی عطا کیا گیا اور اس منصب سے کما حقہ عہدہ برآ ہونے کے لئے علم وحکمت سے بھی نوازا گیا:۔

www.MinhajBooks.com

وَ دَاوُدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ○ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ○

(۲۱:۷۸، ۷۹)

اور داؤدؑ اور (ان کے بیٹے) سلیمانؑ (کا واقعہ یاد دلایئے) جب وہ دونوں کھیتی کے ایک جھگڑے کا فیصلہ کر رہے تھے جب کہ (رات کو) قوم کی بکریوں نے اس (کھیت) کو روند ڈالا (یعنی کھیت چر گئیں) اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے سلیمانؑ کو اس (معاملہ) کی فہم دی (اور انہوں نے ایک بہتر فیصلہ کر دیا جو ہر طرح مناسب تھا) اور (یوں تو) دونوں ہی کو ہم نے حکمت و علم بخشا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیات مبارکہ کا غلبہ دین حق کے لئے جدوجہد کرنے اور اعلائے کلمۃ اللہ کو زندگی کے نصب العین کے طور پر اپنانے ہی کا نتیجہ تھا کہ جب آپ کو اس امر کی اطلاع ملی کہ ایک ایسا ملک بھی موجود ہے جہاں ایک عورت کے زیر حکمرانی اس ملک کی رعایا معبود حقیقی کو چھوڑ کر سورج کی پوجا کر رہی ہے اور شیطان کی پیروی میں مصروف ہے تو آپ نے اسے توحید کا پیغام حق پہنچانے کا فیصلہ کیا اور ملکہ سبا کو خط لکھا:۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَأْتُوْنِیْ مُسْلِمِيْنَ ○ (۲۷:۳۰، ۳۱)

وہ (مکتوب) سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ ہے کہ "اللہ کے نام سے شروع جو بے حد مہربان اور ہمیشہ

رحم فرمانے والا ہے۔'' (اور مضمون یوں ہے کہ) میرے (پیغام حق کے) مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور میرے پاس فرمانبردار ہوکر آجاؤ۔ (یعنی مسلمان ہوجاؤ اور میری نبوت کا اقرار کرو)

یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا پر شکوہ اقتدار اور رب ذوالجلال کی طرف سے آپ کو عطا کردہ جلال و ہیبت کا اثر تھا کہ جب ملکہ سبا کو آپ کا دعوت الی الحق کے پیغام پرمبنی مکتوب ملا تو اس نے اپنے امرائے سلطنت سے اس مکتوب کے ردعمل کے لئے مشورہ طلب کیا۔ اوران کی طرف سے جنگ و مقابلہ کی رائے کے باوجود یہ کہتے ہوئے جنگ سے احتراز کی پالیسی اختیار کی:۔

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْآ اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ o (۳۴:۲۷)

اس نے کہا (کہ اتنے صاحب جبروت وعظمت پیغمبر سے معرکہ آرائی کسی طور مناسب نہیں کیونکہ) جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کردیتے ہیں اور اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی (شاید) ایسا ہی کریں گے۔

اور اس کے بعد بھی جب اس کی طرف سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ مختلف النوع ریاستی روابط قائم ہوئے تو بتدریج اس پر آپؑ کی شوکت وعظمت اور حق پرستی واضح ہوتی چلی گئی تا آنکہ اس نے آپؑ کی اطاعت قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا:۔

فَلَمَّا جَآءَ تْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَo

(۲۷۔۴۲)

پھر جب ملکہ سبا (سفر طے کرتی ہوئی) آ پہنچی (تو اس سے) پوچھا گیا کیا آپ کا تخت ایسا ہی ہے۔ اس نے جواب دیا گویا یہ وہی ہے۔ اور (اس آزمائش کی ضرورت ہی کیا ہے) ہم کو اس سے قبل ہی (آپ کی شان نبوت کا) علم ہو چکا ہے اور ہم فرمانبردار ہو چکے ہیں۔

اس طرح ملکہ سبا نے اپنی ماضی کی گمراہی اور شرک پر مبنی روش سے روگردانی کرتے ہوئے وہ حضرت سلیمانؑ کی اطاعت قبول کرلی اور توحید پرستی پر کاربند ہوگئی

قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَo

(۲۷:۴۴)

(جب ملکہ سبا پر پیغام حق کی قبولیت کی راہ کھل گئی اور اسے ایمان و اسلام کی نعمت نصیب ہوگئی تو) وہ بول اٹھی اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا (کہ تیرے سوا غیر کی عبادت کی) میں اللہ کے آگے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے (اور) سلیمان کے ساتھ (ان کی اتباع میں آ کر) مسلمان ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت عیسیٰؑ کا مقصد بعثت بھی مذہبی و دنیوی دونوں پہلوؤں کو محیط تھا۔

مذہبی پہلو(Religious Aspect)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقصد بعثت کے مذہبی پہلو کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:-

وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُ بَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِo اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌo (۶۳:۴۳، ۶۴)

اور جب عیسیٰؑ بھی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے (بھی یہی) کہا کہ لوگو! میں تمہارے پاس حکمت (کی باتیں) لے کر آیا ہوں۔ اور اس لئے (آیا ہوں) کہ بعض وہ باتیں جن میں تم جھگڑتے رہتے ہو تم پر واضح کردوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

آپ کی تقویٰ، اطاعت الٰہی کے توحید کی دعوت کے جواب میں آپ کی قوم کے ردعمل کو قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے:۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍo (۶۵:۴۳)

پھر ان میں سے ان کے متعدد فرقے بن گئے پس ظالموں کے لئے بڑی خرابی ہے۔ ایک دردناک دن کے عذاب سے (ان کو سابقہ ہوگا جس سے وہ بچ نہ سکیں گے)

یعنی حضرت عیسیٰؑ کی دعوت کو رد کرنے اور اس کے قبول کرنے میں اختلاف

کرنے کی روش کو قرآن حکیم نے ظلم قرار دیا۔

دعوت عیسوی کے اسی پہلو کو دوسرے مقام پر یوں بیان کیا گیا:۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰى اٰثَارِ هِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ o وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةَ نِابْتَدَعُوْهَامَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ o

(۲۷:۵۷)

پھر ان کے بعد (ان کے اثرات کو جاری رکھنے کے لیے) ہم نے پے در پے اپنے پیغمبروں کو بھیجا۔ اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریمؑ کو بھیجا اور ان کو انجیل عطا فرمائی اور ان کے متبعین کے دلوں میں شفقت اور رحمت ڈال دی اور رہبانیت جس کی ابتدا انہوں نے خود کی ہم نے اسے ان پر فرض نہ کیا تھا۔ مگر انہوں نے اسے اللہ کی رضامندی کے لئے اختیار کیا۔ لیکن جس طرح اس کو نبھانا چاہیئے تھا نباہ نہ سکے (افراط و تفریط میں پڑ گئے) پھر ان میں جو ایمان لائے ہم نے ان کو اجر دیا اور ان میں سے اکثر (تو) نافرمان ہی ہیں (اس لئے کہ وہ خاتم النبین ﷺ پر ایمان نہیں لاتے)۔

اس آیۃ مبارکہ میں اس حقیقت کو بیان کر دیا گیا کہ احکامات الٰہی کی اتباع کا مقصود ایک اعلیٰ اور مثالی کردار کی تشکیل تھا جو رضائے الٰہی کے حصول کا سبب بن

جائے مگر امت عیسوی نے افراط سے کام لیتے ہوئے اسے رہبانیت کی شکل دے دی جس کا لحاظ وہ خود بھی آگے چل کر نہ رکھ سکے اور احکام الٰہی کی اطاعت کے باب میں ان کی افراط وتفریط پر مبنی روش کو قرآن حکیم نے ''فسق'' قرار دیا جو انکی گمراہی اور ان پر اللہ کے غضب کا باعث بنا۔

حضرت عیسیٰؑ کی دعوت صرف انجیل کے احکام تک ہی محدود نہ تھی بلکہ آپ نے اپنی قوم کو یہ خوشخبری بھی دی کہ احکامات الٰہیہ کی تکمیل کے لئے آنے والے آخری پیغمبر پر ان کی قوم ایمان لائے ارشاد ربانی ہے:۔

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَ هُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ○ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَ هُوَ یُدْعٰٓی اِلَی الْاِسْلَامِ وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی

اور جب عیسی ابن مریمؑ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہوں جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کا جو مجھ سے پہلے آئی اور خوشخبریسانے والا ہوں ایک رسولؐ کی جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمدؐ ہے پھر جب وہ (خاتم النبیین) کھلی نشانیاں لے کر آئے تو (یہ لوگ) کہنے لگے کہ

www.MinhajBooks.com

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَo (۷، ٦:٦١)

یہ صریح جادو ہے۔ اوراس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف دعوت بھی دی جارہی ہو۔ اور اللہ (ایسے) ظالم لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھایا کرتا۔

دنیوی پہلو (Secular Aspect)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت صرف زندگی کے مذہبی اور اخلاقی پہلوؤں کی اصلاح پر ہی مبنی نہ تھی۔ پیغمبر اسلامؐ اور اسلام کی دعوت بھی اپنی قوم کے سامنے رکھ کر حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو اس بنیادی حقیقت کی طرف متوجہ کردیا تھا کہ ان کے دنیوی زندگی کی فلاح بھی الوہی پیغام کی کامل اتباع میں مضمر ہے اور یہ کہ ان کی دنیاوی زندگی کا کوئی بھی ایسا گوشہ نہیں جسے رہنمائی کے لئے الوھی ہدایت سے مستثنیٰ قرار دیا جاسکے۔ بلکہ مبنی بر وحی ہدایت ہی وہ واحد سبیل ہے جسے اپنا کر وہ نہ صرف آخرت بلکہ دنیا کی زندگی میں بھی انعامات الٰہی کے مستحق قرار دیئے جاسکتے۔ ارشاد ربانی ہے:۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَا دَخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِo وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰيةَ وَالْاِنْجِيْلَ

اور اگر (یہ) اہل کتاب ایمان لاتے اور اللہ سے ڈرتے تو ہم ان کے گناہ ان سے یقیناً دور کردیتے اور ان کو اپنی نعمت کے باغوں میں داخل کرتے۔

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَا كَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَo

(۶۶٬۶۵:۵)

اور اگر وہ تورات وانجیل پر اور اس پر جو کچھ اللہ کی طرف سے ان پر اتارا گیا کاربند رہتے (یعنی ان میں جو اصول دینی تھے ان کو قائم رکھتے اور ان میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی جو بشارت تھی اس کو نہ چھپاتے) تو (ان پر رزق طیب کی بارش ہوتی اور) وہ اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے (طرح طرح کی نعمتیں) کھاتے لیکن ان میں سے کچھ لوگ (ہی) اعتدال پسند ہیں۔ (جو صراط مستقیم پر قائم ہیں) اور ان میں اکثریت (تو) ایسے لوگوں کی ہے جو برے کام کر رہے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

انبیائے کرام کی بعثت کا وہ مقصد جلیل جس کی تکمیل کیلئے وہ مبعوث ہوتے رہے حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک میں درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ آپؐ سے قبل آنے والے تمام انبیاء کرام مخصوص زمانوں یا علاقوں کے لئے تھے۔ مگر آپؐ کی بعثت مبارکہ کی جامعیت کو قرآن حکیم کو یوں بیان کیا:۔

هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور

وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ — سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے۔

(۳۳:۹)

گزشتہ انبیاء اور رسلؑ کے مقصد بعثت کے مقابل آپ ؐکو اظہار علی الدین کلہ کا منصب عطا کر کے انسانیت کو آئندہ احتیاج نبوت سے بے نیاز کر دیا گیا۔ کیونکہ ختم نبوت کا مفہوم ہی یہ ہے کہ آپ کو ایسا جامع دین عطا کر کے مبعوث کیا جو اظہار علی الدین کلہ کی خصوصیت کا حامل اور کسی نئے دین کے ظہور کی ضرورت کو ختم کرنے والا ہے۔

اس جامع مقصد بعثت کے حصول کے لئے آپؐ نے دو نوعی جدوجہد کا منہج اختیار فرمایا:۔

ا۔ دعوت انذار (اصلاح احوال واعمال)

۲۔ تبدیلی نظام (جہاد و انقلاب)

دعوت نبوی ﷺ کا مذہبی پہلو

(Religious Aspect)

آپؐ نے اپنے مشن کا آغاز دعوت وانذار سے کیا:۔

یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرْ قُمْ فَاَنْذِرْ o وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ — اے لحاف اوڑھنے والے (محبوب نبیؐ) کھڑے ہو جایئے اور اہل غفلت کو ڈرایئے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔

(۷۴:۱-۳)

آپؐ کے اسی منصب دعوت وتبلیغ کو کئی دوسرے مقامات پر بھی قرآن حکیم

نے بیان فرمایا:۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَo (۱۶:۱۲۵)

(اے رسولؐ) بلاؤ اپنے رب کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طرح سے بحث (وگفتگو) کرو جو سب سے بہتر ہو۔ بے شک تمہارا رب اسے خوب جاننے والا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی جانتا ہے۔

یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ. وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَo (۵:٦٧)

اے رسول پہنچا دو جو کچھ تم پر اترا تمہارے رب کی طرف سے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اس سے مراد یہ ہوگا کہ آپؐ نے اپنے رب کا پیغام نہ پہنچایا اور اللہ آپ کی لوگوں سے نگہبانی (وحفاظت) فرمائے گا۔ بے شک اللہ کافروں کو راہ ہدایت نہیں عطا فرماتا۔

فَذَکِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَکِّرْo
(۲۱:۸۸)

(اے رسولؐ محترم) آپ انہیں نصیحت فرمایئے بے شک آپؐ (اهل عالم کو) نصیحت فرمانے والے ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا o وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًاo
(۳۳:۴۵٬۴۶)

اے نبیؐ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا بنا کر بھیجا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکتا ہوا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

کَمَا اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّالَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَo
(۲:۱۵۱)

جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول تمہیں میں سے بھیجا کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب وحکمت کا علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ کچھ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں پہلے علم نہ تھا۔

یہ آیات اور اس مضمون کی کئی دیگر آیات حضور اکرم ﷺ کے منصب دعوت کو بیان کرتی ہے جو آپ کے مقصد بعثت کا مذہبی پہلو ہے۔

مقصد بعثت نبوی ﷺ کا دنیوی پہلو

(Secular Aspect)

غلبہ دین حق کا جو مقصود لیکر آپ ؐ مبعوث ہوئے تھے وہ صرف دعوت و تبلیغ سے حاصل ہونا ممکن نہ تھا۔ سو آپ کی جدوجہد کے دائرہ کار میں زندگی کے سیاسی' معاشی اور معاشرتی پہلو بھی شامل تھے۔ جدوجہد نبویؐ سے زندگی کے ان شعبوں میں اسلام کے دور آغاز میں کس طرح تبدیلی واقع ہوئی قرآن حکیم اسے یوں بیان کرتا ہے:۔

وَ اذْكُرُوْآ اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعِفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰيكُمْ وَ اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَo (۲۶:۸)	اور یاد کرو جب تم تعداد میں قلیل تھے۔ اور ملک میں دبے ہوئے (اور) خوفزدہ تھے۔ کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں تو اس نے تمہیں جگہ (جائے امان) دی اور اپنی مدد سے قوت عطا کی اور پاکیزہ روزی عطا کی کہ تم اس کے شکر گزار بنو۔

اس آیت مبارکہ میں رب ذوالجلال نے امت مسلمہ کے ابتدائی دور کے دوران قومی زندگی کے ۳ پہلو کا تذکرہ فرمایا۔

ا۔ سیاسی پہلو (Political Aspect)

آغاز اسلام میں مسلمان تعداد میں تھوڑے تھے آیۃ مذکورہ میں ''قلیل'' فرما کر سیاسی اقلیت کی طرف اشارہ کیا گیا کہ تعداد میں کمی کے باعث مسلمان کفار و مشرکین مکہ کے مقابلے میں سیاسی طور پر کمزور اور محکوم تھے۔ مگر پیغمبرانہ کاوشوں اور جدوجہد کے نتیجے میں آنے والے سالوں میں مسلمان اس حالت سے نکل گئے۔ اس کی طرف ''وایدکم بنصرہٖ'' فرما کر اشارہ کیا گیا کہ رب ذوالجلال نے تمہیں اپنی مدد سے طاقت اور تقویت

بخشی۔ اس طرح سیاسی زندگی کی غلامی، محکومی اور اقلیت ہونے کے ناطے کمزوری سے نجات عطا کر کے اقتدار و حکومت عطا کی۔ جس سے مسلمانوں کو سیاسی طور پر آزادی اور استحکام نصیب ہوگیا یہ سیاسی انقلاب ہجرت کے بعد بپا ہوا جب مدینہ منورہ میں میثاق مدینہ کے نتیجہ میں آپؐ نے ایک اسلامی مملکت کا سنگ بنیاد رکھا۔ آپؐ اس اسلامی ریاست کے سربراہ مقرر ہوگئے اور تمام غیر مسلم طبقات مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کے تحت آ گئے۔

۲۔معاشی پہلو(Economic Aspect)

اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان معاشی طور پر بھی کمزور تھے۔ رب ذوالجلال نے ''مستضعفون فی الارض'' فرما کر مسلمانوں کو اس معاشی کمزوری اور عدم استحکام کے دور کی یاد دلائی ہے جس سے اسلام کو تمکن فی الارض عطا کرنے پر ''ورزقکم من الطیبت'' کا مصداق بنا دیا گیا یعنی اب مسلمانوں کو معاشی کمزوری، نا انصافی اور استحصال سے نجات دلا کر ایسی مستحکم اور منصفانہ معاشی زندگی عطا کر دی گئی کہ کوئی شخص بھی معاشی تعطل کا شکار نہ رہا۔ یہ معاشی انقلاب مواخات مدینہ کے نتیجے میں بپا ہوا۔ جس کے ذریعے تمام اہل ثروت انصار نے مہاجرین صحابہ کو اپنے معاشی وسائل میں برابر کا شریک بنالیا۔

۳۔معاشرتی پہلو(Social Aspect)

کسی بھی قوم کی سیاسی اور معاشی محکومیت اسے سماجی عدم استحکام اور عدم تحفظ و ظلم و استحصال کا شکار کر دیتی ہے۔ یہی حال ابتدائی دور اسلام میں مسلمانوں کا بھی تھا۔ ''تخافون ان یتخطفکم الناس'' اس حقیقت کو بیان کر رہا ہے کہ معاشی طور پر مسلمان کمزور اور غیر محفوظ تھے اور انہیں ہر وقت طاقت ور لوگوں کے دست تظلم کا شکار ہوجانے کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ مگر سیاسی اور معاشی استحکام نے اس عدم تحفظ کا خاتمہ کر دیا۔

''فاویکم'' (تمھیں جائے امان عطا کی) آزاد اور محفوظ سماجی و معاشرتی زندگی کو بیان کر رہا ہے یعنی غیر محفوظ، غیر مستحکم اور ناہموار معاشرتی زندگی سے نجات دلا کر مسلمانوں کو ایک الگ خطہ زمین کی صورت میں آزاد ملک عطا کیا گیا تاکہ مسلمان خوشگوار اور محفوظ ماحول میں زندگی بسر کر سکیں۔

یعنی جوں جوں پیغمبرانہ دعوت آگے بڑھتی گئی توں توں زندگی کا ہر شعبہ الوھی ہدایت کی برکات اور پیروی سے اصلاح و استحکام کی طرف بڑھنے لگا۔ دین کے مذہبی و دنیوی پہلوؤں کے اس باہمی تعلق کو دوسرے مقام پر اس طرح بیان کیا گیا:۔

لِاِ يْلٰفِ قُرَيْشٍ o اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ o فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ o الَّذِىْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍo (۱۰۶:۱-۴)	اس لئے کہ قریش کو میلان دلایا۔ ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں میلان دلایا تو انہیں چاہئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں ایک بڑے خوف سے امن بخشا۔

ان آیات میں عبادات کے طرف رجوع کی دعوت دیتے ہوئے رب ذوالجلال نے بطور خاص ان انعامات الہیہ کا تذکرہ فرمایا۔

۱۔ اطعمھم من جوع: یعنی انہیں بھوک میں کھانا دیا۔ اس سے مراد معاشی اور اقتصادی استحکام ہے۔

۲۔ امنھم من خوف: یعنی انہیں ہر نوع کے خوف سے امن عطا کیا۔ یہ خوف سماجی بھی ہوسکتا ہے اور مخالفین کی جانب سے سازشوں اور حملوں کا بھی۔ یعنی خوف سے نجات اس طور ہی ممکن ہے کہ مسلمانوں کو سیاسی اور سماجی تمکن اور استحکام مل جائے۔

حضور اکرم ﷺ کی جدوجہد کی یہی جامعیت تھی کہ ہر شعبہ زندگی میں باطل

اور طاغوتی نظام کے علمبرداروں کو اپنا وجود خطرے میں محسوس ہوا نتیجہ یہ نکلا کہ

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَo

(۳۱:۲۵)

اور اس طرح ہم نے ہر نبی کے لئے مجرم لوگوں میں سے دشمن بنائے۔

کے قرآنی اصول کے تحت آپؐ کے خلاف مزاحمت و مخالفت کا طوفان کھڑا کر دیا گیا تاکہ اس دعوت حق کو بڑھنے اور فروغ پذیر ہونے سے روکا جاسکے:۔

ارشاد ربانی ہے:۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِوُا نُوْرَ اللهِ بَافْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللهُ اِلَّا اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَo

(۳۲:۹)

وہ (مخالفین دعوت حق) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (دین حق) کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا۔ چاہے کافروں کو کتنا ہی برا لگے۔

اس آیت مبارکہ میں دین حق کو نور اللہ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ نور کے آتے ہی باطل اور طاغوتی نظام کے اندھیروں کو سوئے عدم جانا تھا:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًاo

(۸۱:۷۱)

حق آگیا اور باطل چلا گیا بے شک باطل نے جانا ہی تھا۔

اور دوسری بڑی حقیقت جو اس آیہ مبارکہ میں بیان کی گئی یہ ہے کہ اھل باطل کی تمام تر مخالفت حق کی کوششیں اللہ کے سامنے ایک پھونک سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں۔ یعنی مخالفین کی تمام تر مخالفتوں اور مزاحمتوں کے باوجود بھی نور حق اتمام پذیر ہوکر رہے گا۔ اور غلبہ دین حق ایک حقیقت زندہ بن کر صفحہ ہستی میں رقم ہوکر رہے گا دوسرے مقام پر

اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا:۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِؤا نُوْرَ اللهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللهَ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْكَرِهَ الْكٰافِرُوْنَo هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ o يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ o تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo

(۶۱:۸-۱۱)

(مخالفین حق) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا چاہے کافروں کو برا لگے۔ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ کہ اسے تمام ادیان (باطلہ) پر غالب کر دے چاہے مشرکوں کو برا لگے۔ اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت نہ بتا دوں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ (وہ یہ کہ) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ پر اور اس کی راہ میں جہاد کرو اپنے مال سے وہ اپنی جان سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

www.MinhajBooks.com

وَ اِذْيَعِدُكُمُ اللهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْكَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَo

(۸:۷،۸)

اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ آ جائے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ آ جائے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے حکم سے حق کا حق ہونا (عملاً) ثابت کر دے اور ان کافروں کی جڑ کاٹ دے تا کہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا (عملاً) ثابت ہو جائے، گو (اسے) مجرم لوگ نا پسند ہی کریں۔

یعنی نہ صرف اہل باطل کی طرف سے آپ کی دعوت حق کے مقابل مخالفتوں اور مزاحمتوں کا طوفان کھڑا کر دیا گیا بلکہ خود یہ مشیت ایزدی بھی تھی تا کہ حق و باطل کے تصادم سے باطل کا قلع قمع کر دیا جائے۔

تاہم اہل کفر و طاغوت کی تمام تر مخالفتوں اور مزاحمتوں کے باوجود بھی اہل ایمان کو یہ مژدہ سنایا گیا کہ دین محمدیؐ جو کہ عالم انسانیت کے لئے آئین آخریں ہے کے آجانے کے بعد اب کسی دوسرے دین یا نظام کا اسلام پر غالب آنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہا:۔

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا.

(۳:۵)

(اے اہل ایمان!) آج کے دن کافر تمہارے دین کی طرف سے مایوس ہوگئے۔ پس تم ان سے مت ڈرو۔ مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا۔

مقصد بعثت محمدیؐ اور دنیاوی زندگی کی اصلاح

دعوت وانذار اور تبدیلی نظام و جہاد جیسے ہمہ گیر مقاصد پر مشتمل آپؐ کا مقصد بعثت اس وقت تک کما حقہ اتمام پذیر نہ ہوسکتا تھا جب تک زندگی کے تمام شعبہ جات بشمول سیاست، معاشرت اور معیشت کو اصلاح پذیر نہ کردیا جاتا اس بنیادی نکتے کو کہ سماجی، معاشرتی اور سیاسی میادین حیات میں تبدیلی ایک ہمہ گیر دینی انقلاب کے لئے ضروری ہے قرآنی حکیم نے متعدد مواقع پر بیان فرمایا:۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌo

(۵۷: ۲۵)

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ (نظام زندگی دینے والی) کتاب اور (زندگی میں عدل و توازن قائم رکھنے والی) ترازو اتاری۔ تاکہ لوگ (اعتدال اور) انصاف پر قائم رہیں۔ اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت آزمائش اور قوت ہے اور لوگوں کے لئے کئی منافع ہیں (کہ اس سے باطل قوتوں کو زیر کرنے کے لئے آلات جنگ اور دیگر مصنوعات بنائی جاتی ہیں) اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دیکھے کہ کون بغیر دیکھے اس کی اور اس کے رسول کی (یعنی استیصال باطل اور غلبہ و استحکام حق کی خاطر جہاد کے مشن کی) مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غالب و فائق ہے۔

www.MinhajBooks.com

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

(۵۵:۲۴)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے کہ انہیں ضرور بالضرور زمین میں خلافت (یعنی سیاسی قوت و اقتدار) عطا کرے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی تھی اور یقیناً (اس قوت و اقتدار کے باعث) ان کا وہ دین جو اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے مستحکم کر دے گا اور (اس طرح) یقیناً وہ ان کے خوف وغم کو امن وسلامتی سے بدل دے گا۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِى مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيْرًا.

(۸۰:۱۷)

اور یوں عرض کر کہ اے میرے رب مجھے (مقصد بعثت کی جدوجہد میں) سچائی اور عزت کے ساتھ داخل کر اور اس میں سے سچائی اور عزت کے ساتھ (عہدہ برآ فرما کر) باہر لے جا اور مجھے اپنی طرف سے مددگار اقتدار عطا فرما۔

حضور اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ آپ نے نیکی کے تصور تک کو بدل ڈالا۔ یعنی روایتی مذہبیت‘ جسے زندگی کے دنیوی پہلو سے کوئی علاقہ

ہی نہ ہو، کے دائرے کے اندر رہ کر اب نیکی اور عمل صالح کی تعریف نہیں کی جائے گی بلکہ آپؐ نے نیکی کے تصور کو وسیع اور ہمہ گیر کرتے ہوئے اس میں وہ تمام تقاضے بھی شامل کر دیئے جن کے پورا کرنے پر معاشرے کی ہمہ گیر اصلاح ممکن ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔

وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَیَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ٥ (۲:۱۷۷)

(نیکی کے جزوی تصور سے قطع نظر) نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ پر اور آخرت پر فرشتوں اور کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور (پھر اپنے ایمان کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے) اللہ کی محبت میں اپنا سرمایہ اور دولت مستحق رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، حاجت مندوں، سائلوں اور محکومی و غلامی میں جکڑے ہوئے انسانوں کی آزادی (معاشی بحالی و استحکام) پر خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے۔ اور اپنا قول پورا کرنے والے جب وعدہ کریں اور مصیبت و سختی میں اور جہاد کے وقت صبر کرنے والے یہی لوگ (اپنے دعوی ایمان میں) سچے ہیں اور یہی لوگ صاحب تقوی ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں نیکی کے تصور میں دنیا اور آخرت کے امور کو جمع کر دیا گیا۔ یہاں ایک طرف اللہ، یوم آخرت، ملائکہ، کتب اور انبیاء پر ایمان کو نیکی قرار دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی انفاق فی اعمال کو بھی نیکی کہا گیا۔ یعنی کسی ایک پہلو سے بھی اعراض و غفلت نیکی سے اعراض کے مترادف ہوگا۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

اَرَيْتَ الَّذِیْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ o فَذٰلِکَ الَّذِیْ يَدُعُّ الْيَتِمَ o وَلاَ يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنَ o فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَo الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَا تِهِمْ سَاهُوْنَo الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُ وْنَ o وَ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَo

(۱۰۷:۱-۷)

کیا آپ نے وہ شخص نہیں دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے پس یہ وہی شخص ہے جو یتیموں کو دھکے دیتا ہے (یعنی ان سے نفرت کرتا ہے اور وہ انہیں اپنے قریب نہیں آنے دیتا) اور مسکینوں (یعنی محتاجوں اور ضرورت مندوں) کو نہ خود کھانا کھلاتا ہے اور نہ دوسروں کو اس عمل کی ترغیب دیتا ہے (گویا ان کی معاشی ضروریات سے بالکل بے نیاز رہتا ہے اور ان کے اقتصادی تعطل کو دور کرنے کی کوشس نہیں کرتا) پس تباہی و ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز (کی روح) کو فراموش کیے

بیٹھے ہیں۔ یہ (نمازی) ایسے لوگ
ہیں جو محض دکھلاوا (یعنی ریا کاری)
کرتے ہیں اور (ان کی بے دینی کا یہ
عالم ہے کہ) وہ گھر کے برتنے کی
چیزوں سے بھی دوسروں کو فائدہ نہیں
اٹھانے دیتے۔

مذکورہ بالا آیات نہ صرف نیکی بلکہ پورے تصور دین کو ایک انقلابی مفہوم دے رہی ہے۔ اور اس تصور کی کلیۃً نفی کر رہی ہے کہ اگر دین داری صرف عبادات کی ادائیگی تک ہی محدود کر لی جائے اور معاملات کو دائرہ دین سے خارج کر دیا جائے تو اس طرح کی دین داری فلاح و کامیابی کے بجائے ہلاکت اور تباہی کا باعث ہوگی۔ قرآنی تصور دین یہ ہے کہ نہ صرف عقائد و عبادات بلکہ معاملات کا بھی اس طرح لحاظ رکھا جائے کہ

۱۔ معاشرہ کے بے سہارا اور یتیم لوگوں کو معاشی کشمکش (یدع) میں مبتلا نہ رکھا جائے بلکہ ان کی اس معاشی کشمکش سے نجات کی سبیل پیدا کی جائے تاکہ وہ بھی با عزت زندگی بسر کر سکیں۔

۲۔ معاشرے کے حاجت مند افراد (مسکین) کی معاشی کفالت کے لئے رغبت دلائی جائے تاکہ ان کا معاشی تعطل (Economic Deadlock) ختم ہو سکے۔ یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ براہ راست مسکین کو کھانا کھلانے کی بجائے انہیں کھانا کھلانے کی رغبت دلانے کا تذکرہ فرمایا گیا۔ کیونکہ جو وسعت رغبت دلانے کے مفہوم میں ہے وہ اس کام کے خود کرنے کے ذکر میں نہیں یعنی ایک تو مساکین کے معاشی تعطل کو دور کرنے کی رغبت دلانے سے مراد پہلے خود اس روش پر کاربند ہونا ہے کیونکہ اگر دوسروں کو کسی کار خیر کی رغبت دلانے والا خود اس پر عمل پیرا نہ ہو تو اس کا یہ عمل بے اثر

اور بے نتیجہ ہوکر رہ جائے گا۔ اور اگر وہ خود کسی نیک عمل پر کاربند ہو مگر دوسروں کو رغبت نہ دلائے تو وہ کار خیر انفرادی عمل تو ہوگا لیکن معاشرتی رویہ (Social Behaviour) نہ بن سکے گا۔ آیۃ مذکورہ میں مساکین کے معاشی تعطل کو دور کرنے کے لئے رغبت دلانے کا تذکرہ کر کے اس بنیادی اصول کو بیان کیا گیا کہ یہ کام معاشرے میں ایک تحریک اور موثر نظام کے طور پر انجام دیا جان چاہیئے۔

۳۔ معاشرے سے ''امتناع الماعون'' کی روش کا خاتمہ کیا جائے اور وسائل و اسباب کی نفع بخشی میں ہر فرد معاشرہ اور ضرورت مند کو شریک کیا جائے۔

مقصد بعثت نبویؐ کی جامعیت

مدنی دور کی روشنی میں

۱۳ سال تک مکہ میں رہ کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دینے کے بعد جب استحکام دعوت حق کے لئے آپؐ نے نئے امکانات کا انتخاب فرمایا تو اس کے لئے آپؐ نے شہر مدینہ کو چنا۔ آپؐ کا مدنی دور جدو جہد ہجرت کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ دس سالہ جہد مسلسل کے اس زمانے میں آپؐ نے باطل قوتوں کے خلاف انقلابی جدوجہد کے لئے مدینہ طیبہ کو باقاعدہ تحریکی مرکز کی حیثیت عطا فرمادی۔ مدینہ منورہ میں تشریف لاتے ہی پہلے سال میں آپؐ نے ایک باقاعدہ اسلامی مملکت کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ مہاجرین کے معاشرتی استحکام کے لئے مواخات کا نظام قائم فرمایا اور اہلیان مدینہ کی معاشرتی و تعلیمی تربیت کے لئے ایک کھلی اقامتی درسگاہ ''صفہ'' کا قیام فرمادیا۔ یعنی جہاں ایک طرف دعوت و تبلیغ، تعلیم و تربیت اور ترویج دین کا کام جاری تھا وہاں دوسری طرف فروغ حق کے لئے آپؐ نے ایسے اقدامات بھی فرمائے جس سے دعوت حق کے ہمہ جہت، ہمہ گیر فروغ کے امکانات پیدا ہوئے۔ آپؐ نے غلبہ دین حق کے لئے دعوتی و

تنظیمی (Propogational & Organizational)، سیاسی اور آئینی و دستوری (Political & Constitutional)، معاہداتی و سفارتی (Diplomatic)اور عسکری و جہادی (Military & Stretegic)راستوں کو اختیار فرمایا تا آنکہ دس برس کے قلیل عرصے میں تمام جزیرہ نما عرب آپ کے زیرنگوں آ گیا۔ اور ۱۰ ہجری کو آخری حج کے موقع پر آپؐ نے نہ صرف اپنے مقصود بعثت کی تکمیل کی گواہی لاکھوں شرکائے حج سے لی بلکہ خطبۃ حجۃ الوداع ارشاد فرما کر عالمی مصطفوی انقلاب کی مضبوط اساس فراہم کرتے ہوئے قیامت تک آنے والی انسانیت کو یہ درس دے دیا ہے کہ اس کی فلاح اپنی زندگیوں کو مقصد بعثت محمدیؐ کے تابع کر دینے میں ہی مضمر ہے جو اپنی جامعیت اور ہمہ گیریت کی وجہ سے کسی بھی گوشہ زندگی کو طلب ہدایت پر تشنہ ہدایت نہیں رہنے دیتا۔

حرف آخر

انبیائے کرامؑ کے مقاصد بعثت، دعوت، جدوجہد اور ان کی جدوجہد کے نتائج کے تذکرے سے یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہوجاتی ہے کہ انبیائے کرامؑ اساسی طور پر حیات انسانی کو کلیۃً ایک نظام کے تحت لانے کے لیے مبعوث ہوتے رہے۔ وہ نظام جو نہ صرف توحید و رسالت اور آخرت کے تصور جیسی بنیادوں سے اٹھتا ہو بلکہ دنیاوی زندگی کو بھی فوز و فلاح کا مظہر بناتا ہو یہ جامع جدوجہد اپنے نقطہ کمال پر حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک میں نظر آتی ہے۔ نہ صرف حیات انسانی کے لیے نظام فکر و عمل آپ کے ذریعے سے تکمیل پذیر ہوگیا بلکہ اس مقصد کے حصول کے لئے آپ نے جو راستہ اختیار فرمایا اور جس طرح جدوجہد فرمائی وہ اپنی اتمام پذیری اور نتیجہ خیزی کے اعتبار سے رہتی دنیا کے لئے نشان ہدایت اور رہنما (اسوۃ حسنۃ) بن گیا۔ کفار کو مخاطب کرتے ہوئے

جب حضور اکرم ﷺ نے لکم دینکم ولی دین فرمایا تو یہ فرمان کفار سے کنارہ کشی کا ہی مظہر نہ تھا بلکہ اس کے اندر اپنے دین کی حقانیت پر یقین اور اسکے ابلاغ وفروغ کے لئے کی جانے والی جدوجہد کی نتیجہ خیزی پر یقین بھی پنہاں تھا کہ دین محمدیؐ ضرور بالآخر دین کفار پر غالب آ کر رہے گیا' جس کا مشاہدہ فتح مکہ کی صورت میں ہوگیا۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا یہی پہلو اس حقیقت کو الم نشرح کرتا ہے کہ آپ پر سلسلہ نبوت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔ اور بشمول زندگی کے دیگر شعبہ جات کی رہنمائی کے کائنات کی عظیم ترین سیاسی قیادت بھی آپؐ ہی قرار پائے کہ آپ کا مقصد بعثت نہ صرف گزشتہ تمام انبیاء کرامؑ سے زیادہ جامع 'ہمہ گیر اور کلی تھا بلکہ آپؐ کی حیات ظاہری میں اتمام پذیر بھی ہو کر رہا۔ جس کی تفصیل ہماری تصنیف ''قرآنی فلسفہ انقلاب'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

www.MinhajBooks.com

ابدی فلاح کا قانون

مقصد بعثت انبیاءؑ کی روشنی میں

رب ذوالجلال نے فاما یا یتینکم منی ھدی الخ کے وعدہ کے تحت جب انبیاء کرامؑ کو مبعوث فرمایا' تو ہر دور میں انسانیت کی فلاح کے لئے انبیاء کرامؑ نظام فکر و عمل لے کر آتے رہے۔ ان کی دعوت بایں طور انسانیت کو بام عروج پر فائز کرنے کے لئے جاری رہی کہ:

عقائد کے باب میں ہر اس فکر و نظریے کی نفی کی جائے جو انسانیت کو غیر اللہ کی بندگی میں گرفتار کر کے اس سے تکریم و شرف انسانیت چھین لے۔

معاشرت کے باب میں ہر اس امر کی نفی کی جائے جو منکر (کے قرآنی تصور) سے عبارت ہو اور ہر اس امر کو فروغ دیا جائے جو (قرآن کے دیئے ہوئے تصور) معروف پر مشتمل ہو۔

سیاست کے میدان میں مبنی بر وحی نظام رائج کیا جائے جہاں انسانوں پر کسی انسان یا مافوق الفطرت دیو مالائی طاقت کی حکمرانی نہ ہو بلکہ رب ذوالجلال کی حکمرانی ہو۔ اور ارضی حکمران قانون الٰہی کے تحت اپنا اختیار حکمرانی بطور ایک امانت اور ذمہ داری کے استعمال کریں۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے ہر دور میں انبیاء کرامؑ مصروف کار رہے تاہم ہر نبیؑ ایک مخصوص علاقے خطے اور کسی خاص قوم کے لئے مبعوث ہوا تا آنکہ یہ سلسلہ رشد و ہدایت نبی آخر الزماں حضور اکرم ﷺ پر آ کر تکمیل پذیر ہو گیا:۔

حضور ختمی مرتبتؐ پر نبوت کے خاتمے کا مفہوم یہ ہے کہ الوہی ہدایت کا سلسلہ آپ پر آ کر اپنے کمال و اتمام کو پہنچ گیا اور اب قیامت تک انسانیت کو کسی دوسرے نظام ہدایت کی احتیاج باقی نہیں رہی۔ گزشتہ انبیاء کرامؑ کے عطا کردہ نظام ہائے ہدایت اس آفاقیت کے حامل نہ تھے مزید یہ کہ مرور ایام کے ساتھ ساتھ ان اقوام نے بھی اپنے انبیاءؑ کی عطا کردہ تعلیمات کو مسخ کر کے ان کو اصل روح سے بیگانہ کر دیا۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو احکام الٰہی کی پابندی کی تلقین کی:۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْناً وَّاَقِیْمُو الصَّلٰوۃَ وَاٰتُو الزَّکٰوۃَ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلاً مِّنْکُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَo (۲:۸۳)

اور (یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ سے نیک سلوک کرنا۔ اور اپنے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور عام لوگوں سے نیک بات کہنا اور نماز کو قائم رکھنا، زکوۃ دیتے رہنا پھر تم میں چند کے ماسوا سب اس عہد سے پھر گئے اور تم نافرمان ہی ہو۔

یعنی قوم موسوی نے نہ صرف حضرت موسیٰؑ کے عطا کردہ نظام فکر و عمل کو بھلا دیا بلکہ اگر عمل بھی کیا تو صرف ظاہر پر اور اس تعلیم کی روح اور حقیقت کو پس پشت ڈال دیا۔ اس طرح ظاہری تشریح ان کا وطیرہ بن گیا واقعہ سبت اور ذبح بقرہ اس کی واضح مثالیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ کی بعثت ہوئی تو یہود کے اس طرز عمل کے تدارک پر آپ کی تعلیمات میں خصوصی زور دیا گیا۔ آپ نے اصلاح باطن کا پیغام دیا مگر اس پیغام پر عمل اتنی افراط کے ساتھ کیا گیا کہ آپ کے متبعین زندگی کے ظاہری

تقاضوں سے لاتعلق ہو گئے اور اصلاح باطن کی اس حد تک جا پہنچے جس کا مستقلاً لحاظ رکھنے پر وہ خود بھی قادر نہ تھے ارشاد ربانی ہے:۔

وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ o وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْ هَامَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانَ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ o (۲۷:۵۷)

اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریمؑ کو بھیجا۔ اور ان کو انجیل عطا فرمائی اور ان کے متبعین کے دلوں میں شفقت و رحمت ڈال دی اور (آگے چل کر انہوں نے ترک دنیا و ترک لذات شروع کیا تو یہ) رہبانیت جس کی ابتدا خود انہوں نے کی ہم نے اس کو ان پر فرض نہ کیا تھا مگر انہوں نے اسے اللہ کی رضا مندی کے لئے اختیار کیا لیکن جس طرح اس کو نبھانا چاہئے تھا نباہ نہ سکے (افراط و تفریط میں پڑ گئے رضاء الٰہی کی جگہ اپنے تقویٰ پر نازاں ہونے لگے) پھر ان میں جو ایمان لے آئے ہم نے ان کو اجر دیا اور ان میں سے اکثر تو نافرمان ہی ہیں۔‘‘

یعنی گزشتہ اقوام اپنے انبیاءؑ کی عطا کردہ تعلیمات میں افراط و تفریط کا شکار ہو کر اس کی اصل روح کو گم کر بیٹھے۔ اس لئے جب اس سلسلہ رشد و ہدایت کو حضور ختمی مرتبت ﷺ پر ختم کیا گیا تو اسے ہر لحاظ سے شان تکمیلی عطا کی گئی:۔

وَ تَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُo

(١١٦:٦)

اور آپ کے رب کی بات (پیغام ہدایت) صداقت اور عدالت میں کامل ہے اس کی بات کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یعنی صداقت اور انصاف و عدالت الوہی ہدایت میں ہی مضمر ہے۔ گزشتہ اقوام و امم کا طرز عمل اس امر پر گواہ ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کرامؑ کی دعوت کو جھٹلایا اور باغیانہ روش اختیار کی تو وہ تباہی بربادی اور ہلاکت سے دوچار ہوئیں۔ پیغمبرانہ دعوت اور مقصد بعثت کے محتویات اور اس کے مقابل ان کی اقوام کے ردعمل اور اس ردعمل کے نتائج کی تاریخ کو اگر اقوام کے عروج و زوال کے حوالے سے دیکھیں تو یہ قرآنی اصول ہمارے سامنے آتا ہے:۔

”انسانیت کی فلاح جملہ شعبہ ہائے حیات میں مبنی بروحی نظام زندگی کو اختیار کرنے میں ہے اور اس سے روگردانی کا لازمی نتیجہ ہلاکت وخسران ہے“

اس قرآنی اصول کی ہمہ اطلاقی نوعیت اس وقت سامنے آتی ہے جب قرآن حکیم کی روشنی میں اس اصول کے درج ذیل ذیلی عنوانات کا جائزہ لیا جائے:

ا: کیا گزشتہ اقوام کی ہلاکت کسی تاریخی حادثہ کے تحت بلا کسی سبب کے ہوتی رہی؟

ب: اگر گزشتہ اقوام کسی سبب کے تحت ہلاکت سے دوچار ہوتی رہیں تو وہ اسباب کیا ہیں؟

ج: فلاح یاب لوگ کون ہیں؟

د: قرآن حکیم کی روشنی میں فلاح اور کامیابی کی ضمانت کیا ہے؟

کیا گزشتہ اقوام کی ہلاکت ایک تاریخی حادثہ تھی؟

اگر گزشتہ اقوام کی زوال پذیری کے اسباب قرآن حکیم سے معلوم کئے جائیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ بعثت انبیاءؑ کا مقصود ہی یہ تھا کہ انسانیت فلاح کی راہ پر گامزن ہو جائے۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًاo (۴:۱۴۷)	اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق کو مانو اور یقین رکھو (حق کی بجا آوری کرو، برمحل کام کرو ہر حق دار کا حق تسلیم کرو اور حق دینے پر آمادہ رہو) اور اللہ قدر دان ہے (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَo (۱۱:۱۱۷)	اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ناحق (خواہ مخواہ) ہلاک کردے جبکہ وہاں کے رہنے والے نیک ہوں۔ (جو اپنی اور دوسروں کی اصلاح میں لگے ہوں)

یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی قوم کی بداعمالیوں کی وجہ سے اس کی ہلاکت اور تباہی کا فیصلہ کیا گیا تو پہلے اس کی اصلاح کے لئے وہاں انبیاء کرامؑ ضرور مبعوث کئے گئے:۔

www.MinhajBooks.com

وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَo
(۲۰۸:۲۶)

اور ہم نے کسی بستی کو غارت نہیں کیا مگر اس کے لئے (عواقب سے) ڈرانے والے (ان بستیوں میں موجود) تھے

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِىْ اُمِّهَا رَسُوْلاً يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِى الْقُرٰٓى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَo
(۵۹:۲۸)

اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک کہ ان کی بڑی (اور مرکزی) بستی میں کسی کو پیغمبر (بنا کر) نہ بھیج لے جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے اور (ساتھ ہی ہمارا یہ بھی دستور ہے کہ) جب تک ان (بستیوں) کے رہنے والے ظالم نہ ہوں ہم ان بستیوں کو غارت نہیں کرتے۔

اور جب انبیاء کرامؑ کی بعثت کے باوجود انکی اقوام نے ان کی دعوت پر لبیک نہ کہا اور سرکشی کا راستہ اختیار کیا تو اس طرح وہ ظلم کے مرتکب ہوتے اور انکی یہی ظالمانہ روش ان کی تباہی کا باعث بن گئی:

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَo(۵۷:۲)، (۱۶۰:۷)

اور (ہمارے احکام سے عدول حکمی اور نافرمانی کر کے) انہوں نے ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا بلکہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:۔

وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰہُ وَلٰکِنْ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ○ (۳:۱۱۷)

اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ (نافرمانی کے سبب) یہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

اسی طرح کا مفہوم (۱۶:۳۳) میں بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ کسی بھی بستی کی ہلاکت کا فیصلہ اس حال میں نہیں کیا جاتا کہ وہ پیغام ہدایت سے آگاہ نہ ہو۔

ذٰلِکَ اَنْ لَّمْ یَکُنْ رَّبُّکَ مُھْلِکَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّاَھْلُھَا غٰفِلُوْنَ ○ (۶:۱۳۲)

(اور رسولوں کا ہدایت کے لئے برابر مبعوث کیا جانا) یہ اس لئے ہے کہ آپ کا رب بستیوں کو ان کے (مکینوں) کے ظلم پر اس حال میں ہلاک نہیں کردیتا کہ وہاں کے باشندے بے خبر ہوں (اور کوئی نبی نہ آیا ہو)۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَظْلِمَھُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ○ (۹:۷۰)، (۳۰:۹)

پس اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا دراصل وہ اپنے پر خود ہی ظلم کر رہے تھے (یعنی ایسے کام کرتے رہے کہ ان کا نتیجہ ان کی تباہی ہی ہونا تھا)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْاً وَّلٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ○ (۱۰:۴۴)

بے شک اللہ تو لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا البتہ لوگ اپنے اوپر آپ (ہی) ظلم کرتے ہیں۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍo

(۱۱:۱۰۱)

اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا پس (اے رسول) جب آپ کے رب کا حکم (یعنی وہ عذاب جس سے قومیں تباہ ہوتی ہیں) آپہنچا تو، جن معبودوں کو وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے اور سوائے ہلاک کرنے کے ان کے حق میں کچھ نہ کرسکے۔ (یعنی ان کی پرستش کر کے انہوں نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔ یوں اللہ کی عبادت سے رو گردانی، پیغمبروں کی نافرمانی اور شرک کے سبب وہ ہلاکت کا شکار ہوگئے)۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَo

(۱۶:۱۱۸)

ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی (احکام الٰہی کی نافرمانی پر) اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔

اسی طرح کا مفہوم (۴۳:۷۶) میں بیان کیا گیا ہے۔

فَکُلاًّ اَخَذْنَا بِذَنْبِہٖ فَمِنْھُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْہِ حَاصِبًا وَ مِنْھُمْ مَّنْ اَخَذَتْہُ الصَّیْحَۃُ وَمِنْھُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِہِ الْاَرْضَ وَمِنْھُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَاکَانَ اللّٰہُ لِیَظْلِمَھُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْآ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَo

(۲۹:۴۰)

پھر ہر ایک کو ان کے گناہوں پر ہم نے پکڑا۔ تو ان میں سے بعض پر ہم نے ہوا کے ساتھ پتھر برسائے اور بعض وہ تھے جن کو ایک (آتشیں) چنگھاڑ نے پکڑ لیا۔ اور ان میں سے کسی کو ہم نے زمین میں دھنسایا اور کسی کو ہم نے (دریا میں) ڈبویا اور (یہ سب ان کے اپنے اعمال بد کے باعث ہوا ورنہ) اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا البتہ یہ خود اپنے پر ظلم کر رہے تھے۔"

مندرجہ بالا آیات سے یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہوجاتی ہے کہ یہ مشیت ربانی ہرگز نہیں کہ بلاوجہ کسی قوم کو ہلاکت و تباہی اور زوال سے دوچار کردیا جائے بلکہ جو بھی قوم تباہی و زوال سے دوچار ہوئی اپنے اعمال بد اور احکام الٰہی سے روگردانی کر کے اس نے خود اس کا امکان پیدا کیا۔

گزشتہ اقوام کے ہلاکت کے اسباب

اگر قرآن حکیم کی روشنی میں گزشتہ اقوام کی ہلاکت کے اسباب پر غور کریں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہدایت الٰہی سے روگردانی ہی وہ بنیادی سبب تھا جو ان اقوام کی ہلاکت پر منتج ہوا۔ ارشاد ربانی ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰیۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ لَاَ کَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ مِنْھُمْ اُمَّۃٌ مُّقْتَصِدَۃٌ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَo

(٥:٦٦)

اور اگر وہ تورات وانجیل پر اور اس پر جو کچھ اللہ کی طرف سے ان پر اتارا گیا کاربند رہتے تو (ان پر رزق طیب کی بارش ہوتی اور) وہ اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے (طرح طرح کی نعمتیں) کھاتے۔ ان میں سے کچھ لوگ اعتدال پسند ہیں اور ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو برے کام کررہے ہیں۔

وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنْ کَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَo

(٧:٩٦)

اور اگر بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم زمین وآسمان سے نعمتوں (کے دروازوں) کو ان پر کھول دیتے۔ لیکن انہوں نے تو تکذیب کی۔ پس ان کے عمل کی پاداش میں ہم نے ان کو پکڑلیا۔

بغاوت وسرکشی کی اس روش کو قرآن حکیم نے کہیں جرم قرار دیا:۔

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُجْرِمِیْنَo

(٢٧:٦٩)

(آپ ان سے) فرمائیے! ذرا زمین کی سیر کرو پھر دیکھو کہ یہ گنہگاروں کا کیا انجام ہوا۔

اَھُمْ خَیْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اَھْلَکْنٰھُمْ اِنَّھُمْ کَانُوْا مُجْرِمِیْنَo

(۳۷:۴۴)

بھلا (قوت و طاقت میں) یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم کے لوگ اور جو ان سے پہلے گزر چکے ہم نے ان سب کو غارت کیا بے شک وہ بڑے گنہگار تھے۔

کفر اور سرکشی کے اس طرزِ عمل کو کئی مقامات پر **ظلم** سے تعبیر کیا گیا:۔

قُلْ اَرَءَ یْتُکُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ بَغْتَۃً اَوْ جَھْرَۃً ھَلْ یُھْلَکُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَo

(۴۷:۶)

آپ فرما دیجئے! دیکھو تو اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک آجائے یا کھلم کھلا، تو ظالموں کے سوا کون ہلاک کیا جائے گا۔

وَ تِلْکَ الْقُرٰٓی اَھْلَکْنٰھُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَھْلِکِھِمْ مَّوْعِدًاo

(۵۹:۱۸)

اور یہ بستیاں (جو ویران پڑی ہیں) جب انہوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو تباہ کر دیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کا ایک وقت مقرر کر دیا تھا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کسی قوم پر ظلم متوقع نہیں بلکہ ہر ہلاک ہونے والی قوم اپنے اعمالِ بد سے خود ہی اپنی ہلاکت کا سامان پیدا کرتی رہی:۔

ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِo

(۱۸۲:۳)، (۵۱:۸)

یہ بدلہ ہے اس کا جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا۔ (یعنی یہ تمہارے اپنے کئے کی سزا ہے) اور اللہ اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا۔

ہدایت الٰہی سے روگردانی کی روش کو بعض مقامات پر **فسق** سے تعبیر کیا گیا:۔

بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَo (۴۶:۳۵)

یہ پیغام حق ہے۔ (سن لو کہ) اب وہی تباہ و غارت ہوں گے جو نافرمان ہیں۔

قرآن حکیم نے کئی مقامات پر سرکش اقوام کے اس طرز عمل کو تکذیب کا عنوان دیا:۔

قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَo (۳:۱۳۷)

تم سے پہلے بہت سے واقعات گزر چکے (مختلف قوموں کو شریعتیں دی گئیں۔ پھر جنہوں نے اپنے نبی کی اطاعت نہ کی ان کا کیا حشر ہوا) پس دنیا کی سیر کرو اور دیکھو کہ (دعوت حق کے) جھٹلانے والوں کا کیا حال ہوا۔

قرآن حکیم نے کہیں شرک اور کفر کو ہلاکت کا سبب بیان فرمایا:۔

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَo (۳۰:۴۲)

آپ فرمادیجئے! کہ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کا کیا (برا) انجام ہوا۔ ان میں سے بہت شرک کرنے والے تھے

www.MinhajBooks.com

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِيْ الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا○

(۱۰:۴۷)

کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان کا کیا انجام ہوا (دیکھو) اللہ نے ان پر تباہی نازل کی اور اس طرح کے معاملات کا فروں کے ساتھ ہوں گے

اور کہیں ذنوب (گناہوں) کو تباہی کا سبب بیان کیا گیا:۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِيْ الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ○

(۲۱:۴۰)

کیا ان لوگوں نے زمین میں سیاحت نہیں کی کہ ان سے پہلے والوں کا (جو منکرین حق تھے) کیسا (برا) انجام ہوا۔ حالانکہ وہ لوگ ان سے قوت میں (بھی) زیادہ تھے اور ان نشانیوں میں (بھی) جو وہ زمین میں چھوڑ گئے ہیں۔ (ان کے مضبوط قلعۓ عالیشان محل اور دیگر یادگاریں ان کی قوت و ثروت کا پتہ دیتی ہیں لیکن جب عذاب کا وقت آیا وہ اس سے بچ نہ سکے) پس

اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب ان کی گرفت کی اور اللہ (کے عذاب) سے ان کو کوئی بچانے والا نہ ہوا۔

کامیاب لوگ کون ہیں؟

قرآن حکیم نے اقوام کے اسباب زوال بیان کرتے ہوئے اس حقیقت کو بھی واضح کیا ہے کہ فلاح یاب لوگ کون ہیں؟ اور وہ کون سے خصائص اور کردار کی خصوصیات ہیں جن کو اختیار کرنے سے دنیا و آخرت کی فلاح انسانیت کا مقدر بن سکتی ہے۔ارشاد ربانی ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ٥

(۷:۱۵۷)

وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی ہے۔ جس (کے ذکر مبارک) کو وہ اپنے ہاں توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (ان نبی امی کی شان یہ ہے کہ) وہ ان کو نیک کام کا حکم فرماتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔ اور سب پاک چیزیں ان کے لئے حلال کرتے ہیں۔اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ طوق (یعنی قیود) جو ان پر (ان کی نافرمانیوں کے باعث) لگائے گئے تھے اتار دیتے ہیں۔ پس جو لوگ ایمان لے آئے اور ان کی تعظیم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور ہدایت کی اتباع کی جو

اس (ہمہ تن نور) کے ساتھ اترا تھا یہی
وہ لوگ ہیں جو اپنی مراد کو پہنچے۔

یعنی اس آیت مبارکہ میں:

☆ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان
☆ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور نصرت اور اتباع
☆ احکام قرآنی پر عمل پیرا ہونے اور
☆ معروف کی اطاعت اور منکر سے احتراز

کا ثمر یہ عطا کیا جا رہا ہے کہ اہل ایمان کو طیبات کے حلال اور خبائث کے حرام، ہر نوع کے بوجھ اور طوق سے آزادی اور دنیا و آخرت کی فلاح کی نعمت سے سرفراز کیا جائے گا۔

فلاح کے اس تصور اور حصول فلاح کے تقاضوں کا تذکرہ دوسرے مقام پر یوں کیا گیا:

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

(۳۱:۴-۵)

جو نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوۃ دیتے ہیں اور وہی آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ (یعنی جس نے اللہ کے روبرو اپنی آخرت میں جانا ہے اسے ہمیشہ حاضر و ناظر جان کر اس کی عبادت کرتے ہیں خواہ یہ عبادت ذات، نماز ہو یا اس کا تعلق مال کی پاکیزگی اور معاشرہ کی آراستگی سے ہو)۔ یہی

لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت
پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے
ہیں۔"

قرآن حکیم کی روشنی میں فلاح نہ صرف احکام الٰہی کی پابندی کے ساتھ مشروط ہے بلکہ تعلیمات قرآنی اس امر کی متقاضی ہیں کہ اہل حق جہاں خود ہدایت مبنی بروحی پر کاربند ہوں وہاں وہ اس طرز حیات کو ایک تحریک میں بدلنے اور پورے معاشرے میں اسے جاری وساری کرنے کے لئے بھی آمادہ کار رہیں کہ یہی راہ فلاح ہے ارشاد ربانی ہے:۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo

(۱۰۴:۳)

اور (حصول فلاح کے لئے ضروری ہے کہ) تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلایا کرے اور نیک کاموں کی طرف حکم دیا کرے۔ اور برائی سے منع کرے اور یہی لوگ (ایسے کردار کے حامل اہل ایمان) کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّo وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِo

(۱۰۳:۳)

مگر (اپنے اعمال بد سے مرتب ہونے والے خسارے سے وہی لوگ محفوظ رہے) جو (اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر) ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

اور (اس ایمان وعمل کو ایک تحریک میں بدلنے کے لئے) آپس میں ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔

ان اوصاف کے حامل اہل ایمان کو قرآن حکیم حزب اللہ کہتا ہے فلاح ابدی جن کا مقدر ہے:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اُولٰئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَo (۲۲:۵۸)

(احکامِ الٰہی پر عمل پیرا اہل ایمان ہی وہ لوگ ہیں کہ) اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ لوگ ہی اللہ کا گروہ ہیں۔ سن رکھو کہ یہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

قرآن حکیم نے نہ صرف فلاح پانے والوں کے خصائص اور اوصاف کو بشرح وبسط بیان کیا بلکہ ان منفی اقدار کا تذکرہ بھی کیا ہے جو حصول فلاح میں سد راہ کا کردار ادا کرتی ہیں:۔

کفر منزل فلاح سے محروم کر دیتا ہے:۔

وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَا بُرْھَانَ لَہٗ بِہٖ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَo (۱۱۷:۲۳)

اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کی معبود قرار دے کہ جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں تو اس کا حساب رب کے یہاں ہوگا۔ بلاشبہ کفر کرنے والوں کو ہرگز فلاح نصیب نہ ہوگی۔

ظلم کا ارتکاب فلاح سے محروم کر دیتا ہے:۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰی عَلَے اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ والظّٰلِمُوْنَo

(۲۱:٦)

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو (ارتکاب شرک کرے اور) اللہ پر بہتان باندھے یا اس کی نشانیوں کو جھٹلائے (اپنے عمل کے ذریعے سے اللہ کے احکام اور رسولؐ کی تکذیب کر کے) حقیقت یہ ہے کہ ظالموں کو فلاح نصیب نہیں ہوتی۔

اس عمل کو دوسرے مقام پر جرم سے تعبیر کیا گیا:۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰی عَلَے اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَo

(۱۷:۱۰)

پھر اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اس میں ذرا شک نہیں کہ (ایسے) بدکار فلاح نہ پائیں گے۔

کامیابی کی ضمانت کیا ہے؟

قرآن حکیم نے جہاں گزشتہ اقوام کی ہلاکت و زوال کے اسباب کو بیان کیا۔ اہل حق کی فلاح یابی کی شرائط اور تقاضوں کو بیان کیا وہاں اس بات کی واضح ضمانت بھی دی کہ اگر اہل حق ان اوصاف کو عملاً اختیار کریں گے تو اللہ کی طرف سے مدد اور نصرت ان کے شامل حال ہوگی اور غلبہ، تمکنت اور ابدی فلاح ان کا مقدر بنے گی:۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَo

(۵:۵۶)

اور جو کوئی اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو اور ایمان والوں کو دوست رکھے (اور اپنے عمل سے اس کی تصدیق بھی کرے تو یہ اللہ کی جماعت میں داخل ہوگیا) سو اللہ والوں کی جماعت ہی غالب رہے گی۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌo

(۵۸:۲۱)

اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے (یعنی اسے ایک قاعدہ اور اصول بنا دیا ہے کہ) میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ بڑا قوت والا (اور) غلبہ والا ہے۔

اور یہ کہ ہمیشہ اسی اصول پر عمل ہوتا رہا:۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ o اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَoوَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَo

(۳۷:۱۷۱۔۱۷۳)

اور ہمارے پیغام پہنچانے والے بندوں کے حق میں ہمارا پہلے ہی سے حکم ہو چکا ہے کہ انہیں کی مدد کی جائے گی اور ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا۔

اور اسی سنت الٰہی کو یعنی انبیاءؑ و رسلؑ کی مدد اور انہیں غلبہ عطا کرنے کی سنت کو ان کے متبعین یعنی اہل ایمان کے لئے بھی جاری رکھا گیا:۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ رُسُلاً اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَآءُ وْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَo

(۳۰:۴۷)

اور بے شک ہم نے آپ سے قبل ان کی (اپنی ان) قوموں کی طرف کتنے پیغمبر بھیجے تو وہ ان کے پاس نشانیاں لے کر پہنچے (لیکن بہتوں نے ان کو جھٹلایا) پھر ہم نے ان لوگوں سے بدلہ لیا جو مجرم تھے اور مومنوں کی مدد تو ہمارے ہی ذمہ (کرم پر) تھی۔

اور یہی بشارت امت محمدی ﷺ کو سنائی گئی:۔

وَلاَ تَهِنُوْا وَلاَ تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمْ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَo

(۳:۱۳۹)

اور تم ہمت نہ ہارو اور حزن وملال میں نہ پڑو۔ اور تم ہی غالب رہوگے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

جہاں امت مسلمہ کو غلبہ و کامیابی کی الوہی ضمانت دی گئی وہاں ایسی کتاب ہدایت بھی عطا کر دی گئی جو اس ضمانت کی امین ہے ارشاد ربانی ہے:۔

وَاِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ وَ سَوْفَ تُسْئَلُوْنَo

(۴۳:۴۴)

اور بے شک یہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے باعث شرف و ناموری اور نصیحت ہے۔ اور (اے امت مسلمہ!) عنقریب تم سے (قیامت کے روز اس نعمت عظمیٰ کے بارے میں) پوچھا جائے گا۔

امت مسلمہ کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ کو وہ کتاب آخریں عطا کی گئی جو ہدایت و ناموری اور عزت و وقار کا سرچشمہ ہے اور کتاب اللہ کا یہ فیضان امت

مسلمہ کے لئے تا قیامت جاری رہے گا۔

پس خدا برما شریعت ختم کرد
بررسول ما رسالت ختم کرد
رونق ازما محفل ایام را
اورسل را ختم وما اقوام را

(اقبال)

مگراس اعزاز وتکریم کے ساتھ یہ حقیقت بھی امت مسلمہ کونہیں فراموش کرنی چاہیئے کہ وقار وتمکنت کی یہ نعمت کل امت مسلمہ کو معرض مسؤلیت میں بھی کھڑا کرے گی کہ مقصد بعثت انبیاءؑ کی معراج کے وارث ہونے کے ناطے اور ہدایت آخریں کے حامل ہونے کے ناطے انہوں نے کس حد تک اسے عملاً اختیار کیا اور انسانیت تک اس کے فیض کو منتقل کرنے میں کیا کردار ادا کیا؟

می ندانی آیئہ ام الکتاب امت عادل ترا آمد خطاب
آب و تاب چہرہ ایام تو در جہاں شاھد علے الاقوام تو
جلوہ در تاریکی ایام کن آنچہ بر تو کامل آمد عام کن
لرزم از شرم توچوں روز شمار پرسدت آں آبروئے روزگار

حرف حق از حضرت ما بردہ
پس چرا با دیگراں نسپردہ

(اسرار ورموز)

نمبر شمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۱۔	وجعلنهم آئمة يهدون بامرنا......	(۷۳:۱۲)	۸
۲۔	يو منون بالله واليوم الاخر...........	(۱۱۴:۳)	۹
۳۔	ولقد كتبنا فى الزبور................	(۱۰۶_۱۰۵:۲۱)	۱۱
۴۔	الذين ان مكنهم فى الارض......	(۲۱:۲۲)	۱۱
۵۔	وعد الله الذين امنوا منكم......	(۵۶_۵۵:۴۴)	۱۲
۶۔	وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض	(۳۶:۲)	۱۸
۷۔	وقلنا اهبطوا منها جميعا	(۳۸:۲)	۱۸
۸۔	لقد ارسلنا نوحاً الى قومه...........	(۶۳_۵۹:۷)	۲۰
۹۔	واتل عليهم نبا نوح.................	(۷۲_۷۱:۱۰)	۲۱
۱۰۔	انا ارسلنا نوحا الى قومه...........	(۳_۱:۷۱)	۲۳
۱۱۔	ثم انى دعوتهم جهارا...........	(۱۴_۸:۷۱)	۲۴
۱۲۔	ولقد ارسلنا نوحا الى قومه...........	(۲۵_۲۳:۲۳)	۲۵
۱۳۔	كذبت قوم نوح ن المرسلين......	(۱۱۱_۱۰۵:۲۶)	۲۷
۱۴۔	ولقد ارسلنا نوحاً الى قومه...........	(۲۷_۲۵:۱۱)	۲۸
۱۵۔	قال يقوم ارء يتم ان كنت...........	(۲۹_۲۸:۱۱)	۲۹
۱۶۔	قال وما علمى بما كانوا...........	(۱۱۵_۱۱۲:۲۶)	۳۰
۱۷۔	قالوا الئن لم تنته ينوح...........	(۱۱۶:۲۶)	۳۰
۱۸۔	قالوا ينوح قد جادلتنا	(۳۲:۱۱)	۳۱
۱۹۔	قال انما ياتيكم به الله............	(۳۴_۳۳:۱۱)	۳۱

نمبر شمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۲۰۔	قال رب ان قومی کذبو ن............	(۲۶:۱۱۷۔۱۱۸)	۳۲
۲۱۔	قال رب انی دعوت قومی	(۷۱:۵۔۹)	۳۲
۲۲۔	قال نوح رب انھم عصونی............	(۷۱:۲۱۔۲۷)	۳۳
۲۳۔	وقوم نوح لما کذبوا الرسل......	(۲۵:۳۷)	۳۴
۲۴۔	ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ............	(۲۹:۱۴)	۳۵
۲۵۔	ونصرنہ من القوم الذین کذبوا......	(۲۱:۷۷)	۳۵
۲۶۔	و قوم نوح من قبل	(۵۱:۴۶)	۳۵
۲۷۔	وقوم نوح من قبل............	(۵۳:۵۲)	۳۵
۲۸۔	کذبت قبلھم قوم نوح............	(۵۴:۹)	۳۶
۲۹۔	فانجینہ ومن معہ............	(۲۶:۱۱۹۔۱۲۰)	۳۶
۳۰۔	فاوحینا الیہ ان اصنع الفلک......	(۲۳:۲۷)	۳۶
۳۱۔	قیل ینوح اھبط بسلم............	(۱۱:۴۸)	۳۷
۳۲۔	کذبت عاد ن المرسلین............	(۲۶:۱۲۳۔۱۳۵)	۳۸
۳۳۔	اذ قال لھم اخوھم ھود	(۲۶:۱۲۴۔۱۲۶)	۴۰
۳۴۔	والی عاد اخاھم ھودا............	(۱۱:۵۰۔۵۲)	۴۰
۳۵۔	والی عاد اخاھم ھودا............	(۷:۶۵۔۶۸)	۴۲
۳۶۔	فکذبوہ فاھلنکھم............	(۲۶:۱۳۹)	۴۳
۳۷۔	فانجینہ والذین معہ برحمۃ منا......	(۷:۷۲)	۴۳
۳۸۔	ولما جاء امرنا نجینا ھودا............	(۱۱:۵۸۔۶۰)	۴۴

www.MinhajBooks.com

نمبر شمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۳۹۔	والی ثمود اخاھم صلحا............	(۷:۷۳،۷۴)	۴۵
۴۰۔	ولقد ارسلنا الی ثمود اخاھم صلحا............	(۲۷:۴۵۔۴۶)	۴۶
۴۱۔	اذ قال لھم اخوھم صلحا............	(۲۶،۱۴۲۔۱۵۲)	۴۷
۴۲۔	والی ثمود اخاھم صلحا............	(۱۱:۶۱)	۴۸
۴۳۔	قال الملأ الذین استکبروا............	(۷:۷۵،۷۶)	۴۹
۴۴۔	قالوا انما انت من المسحرین......	(۲۶:۱۵۳۔۱۵۴)	۴۹
۴۵۔	قالوا اطیر نابک............	(۲۷:۴۷۔۴۹)	۵۰
۴۶۔	ومکروا مکرا و مکرنا مکروا......	(۲۷:۵۰۔۵۳)	۵۱
۴۷۔	قالوا یصلح قد کنت فینا مرجوا............	(۱۱:۶۲۔۶۸)	۵۱
۴۸۔	ان ابراھیم لحلیم اواہ منیب o	(۱۱:۷۵)	۵۴
۴۹۔	فلما را الشمس بازغة............	(۶:۷۸،۷۹)	۵۶
۵۰۔	و اذ یرفع ابراھیم القواعد............	(۲:۱۲۷)	۵۶
۵۱۔	فلما اسلما وتلہ للجبین............	(۳۷:۱۰۳۔۱۰۷)	۵۶
۵۲۔	وترکنا علیہ فی الاخرین............	(۳۷:۱۰۸۔۱۰۹)	۵۶
۵۳۔	شرع لکم من الدین............	(۴۲:۱۳)	۵۷
۵۴۔	الم ترالی الذی حاج ابراھیم......	(۲:۲۵۸)	۵۷

www.MinhajBooks.com

صفحہ نمبر	حوالہ	آیات	نمبر شمار
۵۹	(۵۸_۵۶:۲۱)	قال بل ربکم رب السموات والارض..........	۵۵_
۶۰	(۶۹'۶۸:۲۱)	قالوا حرقوه وانصروا...........	۵۶_
۶۰	(۱۲۳_۱۲۰:۱۶)	ان ابراهیم کان امة کانتا لله حنیفا...........	۵۷_
۶۱	(۱۲۵:۴)	ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه لله...........	۵۸_
۶۲	(۴:۶۰)	قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراهیم والذین معه	۵۹_
۶۲	(۱۶۸_۱۶۱:۲۶)	اذ قال لهم اخوهم لوط...........	۶۰_
۶۴	(۸۲_۸۰:۷)	ولوطا اذ قال لقومه	۶۱_
۶۴	(۵۶_۵۴:۲۷)	ولوطا اذ قال لقومه...........	۶۲_
۶۵	(۳۰_۲۸:۲۹)	ولوطا اذ قال لقومه...........	۶۳_
۶۶	(۷۰_۶۷:۱۵)	وجاء اهل المدینة یستبشرون......	۶۴_
۶۷	(۸۰_۷۷:۱۱)	ولما جاء ت رسلنا لوطاً...........	۶۵_
۶۸	(۸۳_۸۲:۱۱)	فلما جاء امرنا جعلنا عالیها سافلها........	۶۶_
۶۹	(۷۷_۷۳:۱۵)	فاخذتهم الصیحة مشرقین...........	۶۷_

نمبر شمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۶۸۔	ونجینہ ولوطا الی الارض التی برکنا فیھا للعلمین o	(۷۱:۲۱)	۷۰
۶۹۔	ولما بلغ اشدہ اتینہ حکما و علما............	(۲۲:۱۲)	۷۱
۷۰۔	قال لا یاتیکما طعاما ترزقنہ......	(۴۰۔۳۷:۱۲)	۷۱
۷۱۔	قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم..........	(۵۶'۵۵:۱۲)	۷۳
۷۲۔	والی مدین اخاھم شعیبا...........	(۳۶:۲۹)	۷۴
۷۳۔	اذ قال لھم شعیب الا تتقون......	(۱۸۰۔۱۷۷:۲۶)	۷۵
۷۴۔	واستغفروا ربکم ثم توبوا الیہ ان ربی رحیم ودودo	(۹۰:۱۱)	۷۵
۷۵۔	والی مدین اخاھم شعیبا...........	(۸۶۔۸۴:۱۱)	۷۵
۷۶۔	والی مدین اخاھم شعیبا...........	(۸۷۔۸۵:۷)	۷۶
۷۷۔	اوفوا الکیل ولا تکونوا من المخسرین...........	(۱۸۴۔۱۸۱:۲۶)	۷۸
۷۸۔	قالوا انما انت من المسحرین......	(۱۸۷۔۱۸۵:۲۶)	۷۸
۷۹۔	قالوا یشعیب اصلوتک تامرک......	(۸۹۔۸۷:۱۱)	۷۹
۸۰۔	قالوا یشعیب مانفقہ کثیرا...........	(۹۳۔۹۱:۱۱)	۸۰

نمبر شمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۸۱۔	قال الملاء الذین استکبروا........	(۷:۸۸۔۹۰)	۸۱
۸۲۔	فاخذتھم الرجفة فاصبحوا............	(۷:۹۱۔۹۳)	۸۳
۸۳۔	ولما جاء امرنا نجینا شعیبا.........	(۱۱:۹۴۔۹۵)	۸۴
۸۴۔	فکذبوہ فاخذھم عذاب یوم انطلة..........	(۲۶:۱۸۹۔۱۹۱)	۸۴
۸۵۔	فکذبوہ فاخذتھم الرجفة..........	(۲۹:۳۷)	۸۴
۸۶۔	ولقد ارسلنا موسیٰ بایتنا وسلطن مبین...........	(۱۱:۹۶۔۹۷)	۸۵
۸۷۔	ثم بعثنا من بعدھم موسیٰ بایتنا...........	(۷:۱۰۳۔۱۰۵)	۸۶
۸۸۔	واذ قال موسی لقومه یقوم اذکروا نعمة اللہ...........	(۵:۲۰۔۲۱)	۸۶
۸۹۔	قال موسیٰ لقومه استعینوا باللہ..........	(۷:۱۲۸)	۸۷
۹۰۔	ولقد اوحینا الی موسی ان اسر بعبادی...........	(۲۰:۷۷)	۸۷
۹۱۔	قال ان کنت جئت باية...........	(۷:۱۰۶۔۱۱۰)	۸۸
۹۲۔	وقال الملأ من قوم فرعون...........	(۷:۱۲۷)	۸۹
۹۳۔	قالوا ارجه واخاہ وارسل..........	(۷:۱۱۳۔۱۱۹)	۹۰

www.MinhajBooks.com

نمبرشمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۹۴۔	قالوا ان هذان لسحرن	(۲۰:۶۳۔۶۴)	۹۱
۹۵۔	فانتقمنا منهم فاغرقنهم............	(۷:۱۳۶)	۹۲
۹۶۔	واورثنا القوم الذين..........	(۷:۱۳۷)	۹۲
۹۷۔	وان يونس لمن المرسلين...........	(۳۷:۱۳۹۔۱۴۴)	۹۳
۹۸۔	وذالنون اذ ذهب مغاضبا...........	(۲۱:۸۷،۸۸)	۹۴
۹۹۔	فاصبر لحكم ربک ولا تكن كصاحب الحوت...........	(۶۸:۴۸۔۵۰)	۹۵
۱۰۰۔	وارسلنا الى مائة الف اويزيدون..........	(۳۷:۱۴۷،۱۴۸)	۹۷
۱۰۱۔	فلولا كانت قرية امنت فنفعها ايمانها........	(۱۰:۹۸)	۹۷
۱۰۲۔	واتينا داؤد زبورا.........	(۴:۱۶۴،۱۶۳)	۹۸
۱۰۳۔	اعملوا ال داؤد شكرا...........	(۳۴:۱۳)	۹۹
۱۰۴۔	فهزموهم باذن الله وقتل داؤد جالوت	(۲:۲۵۱)	۹۹
۱۰۵۔	ولقد اتينا داود من فضلا..........	(۳۴:۱۰،۱۱)	۱۰۱
۱۰۶۔	وشددنا ملكه واتينه الحكمة وفصل الخطاب..........	(۳۸:۲۰)	۱۰۱

www.MinhajBooks.com

نمبرشمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۱۰۷۔	یداؤد انا جعلنک خلیفة فی الارض............	(۲۶:۳۸)	۱۰۲
۱۰۸۔	ووھبنالد داؤد سلیمن نعم العبد انه اواب o	(۳۰:۳۸)	۱۰۳
۱۰۹۔	کلا ھدینا و نوحا ھدینا من قبل......	(۸۵:۶)	۱۰۳
۱۱۰۔	قال رب اغفرلی وھب لی ملکا......	(۳۵:۳۸)	۱۰۴
۱۱۱۔	ولقد اتینا داؤد و سلیمنا علما......	(۱۵:۲۷)	۱۰۵
۱۱۲۔	و داؤد و سلیمن اذ یحکمن......	(۷۹‘۷۸:۲۱)	۱۰۵
۱۱۳۔	انه من سلیمن و انه بسم الله الرحمن الرحیم............	(۳۱‘۳۰:۲۷)	۱۰۵
۱۱۴۔	قالت ان الملوک اذا دخلوا قریة............	(۳۴:۲۷)	۱۰۶
۱۱۵۔	فلما جاء ت قیل اھکذا عرشک............	(۴۳:۲۷)	۱۰۷
۱۱۶۔	قالت رب انی ظلمت نفسی......	(۴۴:۲۷)	۱۰۷
۱۱۷۔	ولما جاء عیسیٰ بالبینت............	(۶۴‘۶۳:۴۳)	۱۰۸
۱۱۸۔	فاختلف الاحزاب من بینھم......	(۶۵:۴۳)	۱۰۸
۱۱۹۔	ثم قفینا علی اثارھم برسلنا	(۲۷:۵۷)	۱۰۹

نمبر شمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۱۲۰۔	واذ قال عیسیٰ ابن مریم یبنی اسرائیل............	(۶۱:۶‘۷)	۱۱۰
۱۲۱۔	ولو ان اهل الکتب امنوا واتقوا......	(۵:۶۵‘۶۶)	۱۱۱
۱۲۲۔	هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق	(۹:۳۳)	۱۱۲
۱۲۳۔	یا ایها المدثر قم فانذر.........	(۷۴:۱۔۳)	۱۱۳
۱۲۴۔	ادع الی سبیل ربک الحکمة......	(۱۶:۱۲۵)	۱۱۴
۱۲۵۔	یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک.........	(۵:۶۷)	۱۱۴
۱۲۶۔	فذکر انما انت المذکرo	(۸۸:۲۱)	۱۱۵
۱۲۷۔	یا ایها النبی انا ارسلنک شاهدا ومبشراً و نذیراً.........	(۳۳:۴۵‘۴۶)	۱۱۵
۱۲۸۔	کما ارسلنا فیکم رسولا منکم......	(۲:۱۵۱)	۱۱۵
۱۲۹۔	واذکروا اذا نتم قلیل.........	(۸:۲۶)	۱۱۶
۱۳۰۔	لا یلف قریش	(۱۰۶:۱۔۴)	۱۱۸
۱۳۱۔	وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمینo	(۲۵:۳۱)	۱۱۹
۱۳۲۔	یریدون ان یطفؤا نور الله.........	(۹:۳۲)	۱۱۹

www.MinhajBooks.com

نمبرشمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۱۳۳۔	جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا o	(۸۱:۷۱)	۱۲۰
۱۳۴۔	يريدون ليطفؤا نور الله بافواههم............	(۱۱_۸:۶۱)	۱۲۰
۱۳۵۔	و اذ يعدكم الله احدى الطائفتين............	(۸٤:۸)	۱۲۱
۱۳۶۔	اليوم يئس الذين كفروا من دينكم............	(۳:۵)	۱۲۲
۱۳۷۔	لقد ارسلنا رسلنا بالبينت وانزلنا............	(۲۵:۵۷)	۱۲۳
۱۳۸۔	وعد الله الذين امنوا منكم............	(۵۵:۲۴)	۱۲۴
۱۳۹۔	وقل رب ادخلنى مدخل صدق............	(۸۰:۱۷)	۱۲۴
۱۴۰۔	ولكن البر من امن بالله واليوم الاخر............	(۱۷۷:۲)	۱۲۵
۱۴۱۔	اريت الذى يكذب بالدين............	(۷_۱:۱۰۷)	۱۲۶
۱۴۲۔	واذ اخذنا ميثاق بنى اسرائيل	(۸۳:۲)	۱۳۲
۱۴۳۔	وقفينا بعيسى ابن مريم و اتينه الانجيل............	(۲۷:۵۷)	۱۳۳

صفحہ نمبر	حوالہ	آیات	نمبر شمار
۱۳۴	(۱۱۶:۶)	وتمت کلمت ربک صدقاً وعدلاً............	۱۴۴۔
۱۳۵	(۱۴۷:۴)	ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم..........	۱۴۵۔
۱۳۵	(۱۱۷:۱۱)	وما کان ربک لیھلک القرے بظلم واھلھا مصلحونo	۱۴۶۔
۱۳۶	(۲۰۸:۲۶)	وما اھلکنا من قریة الالھا منذرونo	۱۴۷۔
۱۳۶	(۵۹:۲۸)	وما کان ربک مھلک القریٰ......	۱۴۸۔
۱۳۶	(۵۷:۲)، (۱۶۰:۷)	وما ظلمونا ولکن کانوا انفسھم یظلمونo	۱۴۹۔
۱۳۷	(۱۱۷:۳)	وما ظلمھم اللہ ولکن انفسھم یظلمونo	A۔۱۴۹
۱۳۷	(۱۲۳:۶)	ذلک ان لم یکن ربک مھلک القری...........	۱۵۰۔
۱۳۷	(۷۰:۹)، (۹:۳۰)	فما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون	۱۵۱۔
۱۳۸	(۴۴:۱۰)	ان اللہ لا یظلم الناس شیاء......	۱۵۲۔

نمبرشمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۔۱۵۳	وما ظلمنهم ولكن ظلموا انفسهم............	(۱۰۱:۱۱)	۱۳۸
۔۱۵۴	وما ظلمنهم ولكن كانوا انفسهم يظلمونo	(۱۱۸:۱۶)	۱۳۸
۔۱۵۵	فكلا اخذنا بذنبه فمنهم من ارسلنا............	(۴۰:۲۹)	۱۳۹
۔۱۵۶	ولو انهم اقاموا التوراة والانجيل............	(۶۶:۵)	۱۴۰
۔۱۵۷	ولو ان اهل القرىٰ امنوا واتقوا............	(۹۶:۷)	۱۴۰
۔۱۵۸	قل سيروا فى الارض فانظروا............	(۶۹:۲۷)	۱۴۰
۔۱۵۹	اهم خير ام قوم تبع............	(۳۷:۴۴)	۱۴۱
۔۱۶۰	قل ارءيتكم ان اتكم............	(۴۷:۶)	۱۴۱
۔۱۶۱	وتلك القرىٰ اهلكنهم لما ظلموا............	(۵۹:۱۸)	۱۴۱
۔۱۶۲	ذلك بما قدمت ايديكم............	(۵۱:۸،۱۸۲:۳)	۱۴۱
۔۱۶۳	بلغ فهل يهلك الا القوم الفسقونo	(۳۰:۴۶)	۱۴۲

نمبرشمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۱۶۴۔	قدخلت من قبلکم سنن............	(۳: ۱۳۷)	۱۴۲
۱۶۵۔	قل سیروا فی الارض فانظروا کیف............	(۳۰:۴۲)	۱۴۲
۱۶۶۔	افلم یسیروا فی الارض فینظروا............	(۴۷:۱۰)	۱۴۳
۱۶۷۔	اولم یسیروا فی الارض فینظروا............	(۴۰:۲۱)	۱۴۳
۱۶۸۔	الذین یتبعون الرسول النبی الامی............	(۷:۱۵۷)	۱۴۴
۱۶۹۔	الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ............	(۳۱:۴۔۵)	۱۴۵
۱۷۰۔	ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر......	(۳:۱۰۴)	۱۴۶
۱۷۱۔	الا الذین امنوا وعملوا الصلحت............	(۱۰۳:۳)	۱۴۶
۱۷۲۔	رضی اللہ عنھم ورضواعنہ............	(۵۸:۲۲)	۱۴۷
۱۷۳۔	ومن یدع مع اللہ الھا اخر لا برھان لہ............	(۲۳:۱۱۷)	۱۴۷

نمبر شمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۱۷۴۔	ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا............	(۲۱:۶)	۱۴۸
۱۷۵۔	فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا	(۱۷:۱۰)	۱۴۸
۱۷۶۔	ومن یتول اللہ ورسولہ............	(۵۶:۵)	۱۴۹
۱۷۷۔	کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیزo	(۲۱:۵۸)	۱۴۹
۱۷۸۔	ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین	(۱۷۳۔۱۷۱:۳۷)	۱۴۹
۱۷۹۔	ولقد ارسلنا من قبلک رسلنا الی قومھم............	(۴۷:۳۰)	۱۵۰
۱۸۰۔	ولا تھنوا ولا تحزنوا و انتم الا علون ان کنتم مومنین o	(۱۳۹:۳)	۱۵۰
۱۸۱۔	و انہ لذکر لک ولقومک وسوف تسئلونo	(۴۴:۴۳)	۱۵۰

www.MinhajBooks.com